ماہنامہ
مسلمان بچے
بچوں کے اسلامی و اخلاقی ادب کا ترجمان
180
لاہور
صفر ۱۴۴۴/ستمبر 2022
www.musalmanbachay.com
ایک ضروری علم
۱۹۶۵
۶ ستمبر
یوم دفاع
7 ستمبر ..... یوم تجدید عہد
ایمرجنسی کانفرس ..... اچھوتی تحریر
مدیر کے قلم سے خصوصی تحریر
خوش نصیب ترین سائنس
ٹیپو سلطان ..... کی ولولہ انگیز داستان
ہنستے ہنساتے
بوجھ بجھکڑ

سب سے منفرد اور کثیر الاشاعت

ماہنامہ

مسلمان بچے

لاہور

شمارہ 2

صفر ۱۴۴۴ھ بمطابق ستمبر 2022ء

جلد 16

بچے تو سبھی ہیں بہت اچھے
مگر سب سے اچھے مسلمان بچے

بچوں کے
اسلامی......
اخلاقی......
تعلیمی...... اور
تربیتی ادب کا
ترجمان

قیمت فی شمارہ
60 روپے
سالانہ زرِ تعاون
720/= روپے

اپنی کہانیاں اور مضامین صرف اس پتے پر ارسال فرمائیں

پوسٹ بکس نمبر 15 جی پی او بہاولپور

ترسیلِ رقم اور حصول کے لیے

مکتبہ ابنِ مبارک 37- حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

موبائل: 0322-5140485

پبلشر محمد زاہد نے علی پریس لاہور سے چھپوا کر تقسیم کیا

اس شمارے میں

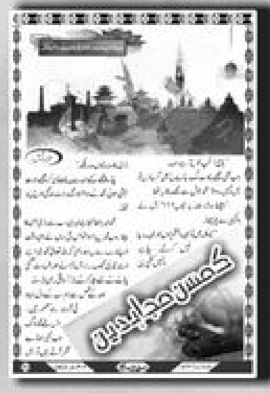
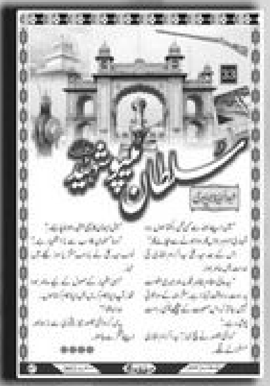

یوم دفاع	روبینہ عبدالقدیر	10
خوش نصیب ترین ساس	ابو اُمامہ	16
ایک ہاتھی ایک شیر	ادیبہ انور	19
ایمرجنسی کانفرنس	حنا فاطمہ	21
عظیم الشان فتح	تنزیلہ احمد	23
بڑھیا اور اللہ کی چنگاری	محمد فیصل علی	28
ننھا سپاہی	سائرہ شاہد	40
نیا زاویہ	بنت محمد اقبال	43
نئی سوچ	ثوبیہ رمضان مغل	47
گاموں میاں شغلی	عطاء السلام سحر	55
۶ستمبر یوم تجدید	مولانا طارق نعمان	58
رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی	عمار حسین	63
لالہ......	حافظ محمد معاویہ آصف	75
انوکھا انٹرویو	انعم توصیف	83

اس کے علاوہ مستقل سلسلوں کے ساتھ ساتھ اور بہت کچھ۔۔۔۔

فرمانِ باری تعالیٰ

"آپ فرما دیجئے اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا خاندان اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے بند ہو جانے کا تم کو ڈر ہے اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے، اس کے راستے میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہیں تو تم انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم (عذاب وسزا) بھیج دیں اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتے نافرمانوں کو۔" (سورۃ التوبہ: ۲۴)

فرمانِ رسولِ اکرم ﷺ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے وضو کیا اور اچھی طرح وضو کیا پھر وہ جمعہ کے لئے آیا پس اس نے (خطبہ کو) سنا اور (خطبہ کے درمیان) چپ رہا تو معاف کر دیئے جاتے ہیں اس کے گناہ جو اس جمعہ اور اس کے بعد آنے والے جمعہ کے دوران ہو جائیں اور مزید تین دن کے بھی گناہ معاف ہوں گے اور جس نے (مسجد میں رہتے ہوئے) کنکریوں کو چھوا تو اس نے لغو کام کیا۔ (مسلم)

حمد باری تعالیٰ

تیرا نام لیتے ہیں غنچے چٹک کر
کلی تیری عظمت کے گُن گا رہی ہے

زباں پتے پتے کی اس سے معطر
اسی نام پہ شاخ لہرا رہی ہے

چمن تو حکایت ہے تیری عطا کی
جو ہر رنگِ گُل میں نظر آ رہی ہے

ہوا سر سرائے ترا نام لے کر
فضا پہ عجب نغمگی چھا رہی ہے

الجھ کر ہوا ٹہنیوں سے شجر کی
ترے نام کے زمزمے گا رہی ہے

ترا نام سورج کی گرمی کا باعث
اسی سے یہ سب روشنی آ رہی ہے

بچالے تو سیماب کو غفلتوں سے
یہی دل سے میرے صدا آ رہی ہے

نعت رسول مقبول ﷺ

ہر نرالی شان زیبائی کا پیکر آپ ﷺ ہیں
انبیاء جتنے بھی آئے سب سے برتر آپ ﷺ ہیں

آپ ﷺ کی خاطر ہوا پیدا وجود کائنات
بزم عالم کے سبھی جلووں کا محور آپ ﷺ ہیں

گرچہ ہیں ان میں خلیل اللہ ، کلیم اللہ بھی
لیکن اس چمن رسالت کے گل تر آپ ﷺ ہیں

صورت وسیرت کی رعنائی جمال اندر جمال
شان حسن کبریا کے بھی تو مظہر آپ ﷺ ہیں

تاج سلطانی کی شوکت اور ہیبت آپ ﷺ سے
دنیا و عقبیٰ کے اے آقا ﷺ سکندر آپ ﷺ ہیں

سب کی امیدوں کا مرکز ہے شفاعت آپ ﷺ کی
صاحب حمد ولوا! شافعِ محشر آپ ﷺ ہیں

آپ ﷺ ہی کا اسوۂ حسنہ ہے پیغام نجات
کل بھی رہبر آپ ﷺ ہی تھے اب بھی رہبر آپ ﷺ ہیں

ایک دعاء یاد کیجیے

اَللّٰھُمَّ اِنِّیٓ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَ الْکَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَالْھَرَمِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ

یااللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں عاجزی سے، سستی سے، بزدلی سے کنجوسی سے، بہت زیادہ بڑھاپے سے اور عذابِ قبر سے۔ (مسلم)

ایک حدیث یاد کیجیے

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَتَنَفَّسُ فِی الشَّرَابِ ثَلٰثًا

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پینے میں تین دفعہ سانس لیتے تھے۔ (صحیح بخاری)

یاد آتا ہے

انتخاب: محمد احمد سکھر

دولت کی جھنکار میں کب یاد آتا ہے
پڑتی ہے افتاد تو رب یاد آتا ہے
ہر دم استغفار کا استحضار کہاں؟
جان پہ بن آتی ہے تب یاد آتا ہے
غیر پہ کیوں الزام دھریں بربادی کا
آپ تھے اپنے دشمن اب یاد آتا ہے
غافل آنکھیں، وجہ مصیبت کیا جانیں!
عبرت سے دیکھیں تو سبب یاد آتا ہے
ڈھونڈو وفا کے موتی مخلص لوگوں میں
خود غرضوں کو تو مطلب یاد آتا ہے
جن لوگوں نے رنج و الم نہ دیکھے ہوں
ان کو ہمیشہ سازِ طرب یاد آتا ہے
اہلِ ستم بدمست ہیں طاقت میں انورؔ
ان کو کب اللہ کا غضب یاد آتا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلام علیکم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے ہاں دو آوازیں انتہائی ناپسندیدہ ہیں

۱) غم کے وقت نوحے، رونے پیٹنے چلانے کی آواز

۲) خوشی کے وقت باجے اور ڈھول کی آواز

چند دن پہلے پاکستان کا یوم آزادی منایا گیا۔حکومت سے لے کر عوام تک سب نے یہ دن منانے کا وہی طریقہ اختیار کیا جو اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت ناپسندیدہ ہے۔ باجوں کا بے تحاشہ اور ذہنی مریض بنانے والا شور، بلند آواز میں میوزک، رقص اور سڑکوں پر غیر انسانی بیہودہ حرکتیں۔

ہمارے ہاں گذشتہ کچھ عرصے سے جشن آزادی اسی چیز کا نام ہوتا چلا جارہا ہے اور ہر سال اس بیہودگی میں کچھ اضافہ کرلیا جاتا ہے۔

اناللہ وانا الیہ راجعون

پاکستان کا حصول اور اس سرزمین کی کفار کے تسلط سے آزادی تو اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت تھی۔نعمت کا حق یہ ہوتا ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالایا جائے اور اللہ تعالیٰ کی شکرگذاری کا بہترین طریقہ عبادت بجالانا اور خوشی کے وقت اس عبادت میں اضافہ کردینا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کی فتح مبین عطاء فرمائی۔اللہ تعالیٰ کا حرم شرک سے پاک ہوا اور اسے کفر کے تسلط سے آزادی ملی۔مکہ سے ہجرت کرنے والے مسلمانوں کو ان کا وطن واپس ملا۔غرضیکہ یہ دن ہر طرح کی ایمانی اور ذاتی خوشی کا عظیم دن تھا۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خوشی کس طرح منائی؟

روایات میں ہے کہ فتح مکہ کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضروری کاموں سے فارغ ہو کر سیدہ اُمّ

ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور چاشت کے وقت آٹھ رکعت نماز ادا فرمائی۔ عام معمول اس وقت ۴ رکعات کا تھا۔لیکن آج اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی اس عظیم فتح کی نعمت کا شکرانہ اس نماز کی تعداد کو دگنا کر کے اداء کیا گیا۔

یہ ہے ایمان والوں کے لئے خوشی منانے اور آزادی کی نعمت کا شکر ادا کرنے کا اسوۂ حسنہ اور نبوی نمونہ۔

ہم میں سے کتنے لوگ ہیں جنہوں نے آزادی کا شکر اس مسنون طریقے سے ادا کیا؟ نماز پڑھی اور دعاء کی؟

تحریکِ پاکستان اور بعد میں دفاع پاکستان کے شہداء کو شرعی طریقے سے ایصال ثواب کیا؟ ان کی یاد میں خاموشی اختیار نہیں کی بلکہ زبان سے کچھ پڑھا؟

چلیں آج عزم کریں۔۔۔

اللہ تعالیٰ نے اگر آئندہ سال ہمیں یہ دن نصیب فرمایا تو ہم ایسے طریقے سے اس کا شکر ادا کریں گے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والا ہو اور ایسے ہر کام سے مکمل اہتمام کے ساتھ بچیں گے جو اللہ و رسول کے ہاں ناپسندیدہ ہو۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

والسلام

آپ کا بھائی جان

ابولبابہ

روبینہ عبدالقدیر

"یہ کام آپ لوگوں نے خود ہی کرنا ہے تاکہ ہمیں بھی پتا چلے ہر سال یوم آزادی، یوم قرارداد پاکستان اور یوم دفاع منانے سے آپ لوگوں نے کیا کچھ سیکھا ہے؟"

یومِ دفاع

چھٹی جماعت میں اس وقت خوب افراتفری مچی ہوئی تھی۔ طلباء نہ جانے کس بحث میں اتنے اُلجھے ہوئے تھے کہ کسی کو کلاس روم میں داخل ہونے والے سر انور کا پتہ نہ چلا۔

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" بچو! سر نے خود ہی بلند آواز سے سلام کر کے بچوں کو مخاطب کیا

"وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" سر! بچوں نے گھبرا کر فوراً جواب دیا

"ہاں بھئی! آخر ایسے کون سے مذاکرات چل رہے تھے یہاں کہ ہماری آمد کا کسی کو علم ہی نہ ہو سکا" انور صاحب نے طنزیہ لہجے میں بچوں سے پوچھا

"وہ۔۔! سر! ہم۔۔" اگلی سیٹ پر بیٹھے حمزہ نے کچھ بتانا چاہا لیکن گڑبڑا کر چپ ہو گیا۔

"کیا کہنا چاہتے ہیں آپ؟ کھل کر بولیں!" انور صاحب نے نرمی سے کہا۔

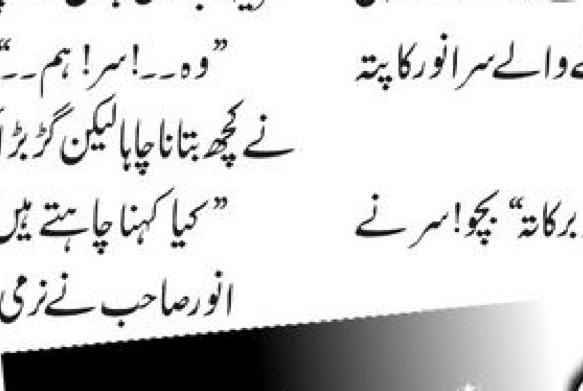

"سر! ہم سب "چھ ستمبر" کے حوالے سے گفتگو کر رہے تھے" حمزہ نے بات مکمل کی۔

"اچھا! تو بتلائیے کہ چھ ستمبر کو کیا ہوتا ہے؟" انور صاحب کو کچھ دلچسپی محسوس ہوئی۔

"سر! چھ ستمبر کے دن ہم "یوم دفاع" مناتے ہیں، ہر سال اسکول میں اس دن پروگرام رکھا جاتا ہے جس میں ہم شہداء کو خراج

تحسین پیش کرتے ہیں" حمزہ کے برابر میں بیٹھے سعد نے وضاحت کی

"یہ تو مجھے بھی پتا ہے کہ ہم ہر سال پروگرام کرتے ہیں، لیکن اس دن کو منانے کا مقصد کیا ہے؟" سر نے بچوں کو نئی اُلجھن میں ڈالا

چند منٹ کلاس میں خاموشی رہی۔شاید سب بچے سوچ میں پڑ گئے تھے۔

"یوم دفاع ہمیں کیا سکھاتا ہے؟ کیا ایک دن منا لینے سے ہمارے ملک کو کوئی فائدہ ملتا ہے؟" اس خاموشی کو سر انور نے ہی توڑا۔

"سر! اس دن کو منانے سے ہمارے دلوں میں جذبہ حب الوطنی بیدار ہوتا ہے" اسد نے اپنی دانست میں جواب دیا

"ہوں! بہت خوب!" ایک معنی خیز مسکراہٹ سر کے چہرے پر چمک رہی تھی

ابھی یہ بحث شاید طوالت اختیار کرتی کہ گھنٹہ بجا اور پیریڈ ختم ہوگیا۔

"بریکنگ نیوز" علی نے کلاس میں داخل ہوتے ہی بلند آواز سے سب کو چونکا دیا۔علی اپنی بلند آواز اور نت نئی خبریں ہر جگہ پھیلانے کی وجہ سے پورے اسکول میں "نیوز ڈاٹ کام" مشہور تھا۔

"جلدی بتاؤ بھئی!" کئی آوازیں ایک ساتھ نکلیں

"اس بار اسکول میں "یوم دفاع" نہیں منایا جائے گا" علی نے نیوز بریک کر ہی دی۔

"کیوں؟ کیا؟" ہر کسی نے حیرانی سے سوال کیا لیکن علی کے پاس فی الحال نیوز کی ہیڈ لائن ہی تھی، مکمل تفصیلات نہیں تھیں۔

اسکول میں چونکہ ہر سال قومی دنوں پر خصوصی پروگرام و تقریبات منعقد کی جاتی تھیں، لیکن اس سال نہ ہونا سب کے لیے اچھنبے کی بات ہی تھی۔

"آپ کے خیال میں ہمارا یہ پلان کتنا کامیاب ہوگا؟" پرنسپل صاحب نے میز کے گرد بیٹھے تمام اساتذہ سے مشورہ طلب کیا

"میرا خیال ہے طلباء کم ہی دلچسپی دکھائیں گے" اسلامیات کے سر حیدر نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا

"جی سر! تقریب وغیرہ سے بچے بہت کچھ سیکھ لیتے ہیں لیکن اس پلان سے میرا نہیں خیال کہ بچوں کو کچھ سیکھنے کو ملے گا" سر افضل نے بھی مایوس کن لہجے میں کہا

باقی اساتذہ بھی بہت سے تحفظات میں مبتلا تھے سوائے سر انور کے۔

سر انور نے پرنسپل صاحب کے ساتھ مل کر

ایک پلان ترتیب دیا تھا تاکہ وہ نئی نسل کو "یوم دفاع" پر ایک نئے جذبے سے متعارف کروا سکیں۔ ان کا یہ منصوبہ کس قدر کامیاب ہوتا ہے۔ یہ "چھ ستمبر" کو ہی پتا چلنا تھا۔

"سب بچے اسمبلی کے بعد میدان میں ہی کھڑے رہیں" سر انور نے مائیک پر اعلان کیا۔

اسمبلی کے بعد بچے وہیں کھڑے رہے۔ ہر کوئی متجسس تھا کہ نہ جانے کیوں روکا گیا ہے۔

"پیارے بچو! جیسا کہ آپ جانتے ہیں ہم ہر سال چھ ستمبر کے موقع پر یوم دفاع مناتے ہیں۔ جس میں آپ سب حصہ لیتے ہیں" پرنسپل صاحب نے اپنے مخصوص لہجے میں سلام کے بعد بات کا آغاز کیا۔

"لیکن اس سال ہم یوم دفاع کے موقع پر صرف قولی نہیں عملی طور پر بھی ملک کے دفاع کے لیے کچھ کریں گے۔ ہر کلاس مل کر اپنی مرضی سے کوئی ایسا کام کرے جس سے ملک وملت کا تادیر فائدہ ہو۔ چھ ستمبر سے پہلے اپنے اپنے حصے کا کام کر کے ہمیں ثبوت کے ساتھ جمع کروا دیں۔ ان شاءاللہ یوم دفاع کے موقع پر وہ جماعت انعام کی حقدار ہوگی جس کا کام منفرد اور ملک کے لیے مفید ہوگا"

پرنسپل صاحب نے بات مکمل کی، سب بچے گہری سوچ میں گم تھے کہ انہیں کیا کرنا چاہیے۔

یوں تو پرنسپل صاحب کے اعلان کے بعد پورا اسکول ہی متحرک تھا لیکن چھٹی جماعت سب سے زیادہ متحرک اور پرجوش دکھائی دے رہی تھی۔

"مجھے تو سمجھ ہی نہیں آرہا کہ ایسا کون سا کام کیا جائے جو سب سے الگ اور منفرد ہو" علی نے پرسوچ انداز میں کہا۔

"ہوں۔۔۔ کیوں نہ ہم پیسے جمع کر کے کسی غریب علاقے میں راشن تقسیم کریں، پھر اس کی تصاویر بنا کر پرنسپل صاحب کو جمع کروا دیں" حیدر کے مشورے پر کچھ بچوں کے چہرے چمکے۔

"نہیں! اس سے تو وقتی فائدہ ہوگا، سر نے کہا تھا کہ ایسا کوئی کام جس سے تادیر سب فائدہ حاصل کر سکیں" علی نے فوراً انکار کرتے ہوئے کہا۔

"کیوں نہ ہم سر انور سے مشورہ کریں" اس مشورے پر سب بچے متفق ہوئے اور سر انور کے پیریڈ کا انتظار کرنے لگے۔

سر کے کلاس میں داخل ہوتے ہی بچوں نے انہیں گھیر لیا۔

”ارے بچو! میں کیسے کچھ بتا سکتا ہوں، یہ تو آپ لوگوں کے لیے امتحان ہے“ سر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”سر! آپ بس ہمیں مشورہ دیں، عمل تو ہم نے ہی کرنا ہے“ حیدر نے ایک اور کوشش کی۔

”معذرت! یہ کام آپ لوگو نے خود ہی کرنا ہے تاکہ ہمیں بھی پتا چلے ہر سال یوم آزادی، یوم قرارداد پاکستان اور یوم دفاع منانے سے آپ لوگوں نے کیا کچھ سیکھا ہے؟“ انور صاحب نے سنجیدگی سے منع کر دیا۔

سر کا دوٹوک جواب سن کر بچوں کے چہرے مایوسی سے لٹک گئے تھے لیکن اس مایوسی میں بھی ایک نئے عزم کی جھلک دکھائی دے رہی تھی۔

”آئیڈیا“ علی نے چٹکی بجاتے ہوئے جیسے ہی کہا پوری کلاس اس کی جانب متوجہ ہوگئی۔ 6 ستمبر آنے میں چھ دن ہی باقی تھے۔

”رہنے دو بھائی! اب دن ہی کتنے رہ گئے ہیں کوئی فائدہ نہیں کسی بھی آئیڈیے کا“ حمزہ نے منہ بنا کر کہا۔

”خیر ہے سن تو لینے دو!“ جواد نے علی کی طرف دیکھ کر کہا جو خاصا جذباتی نظر آرہا تھا۔

پھر جوں ہی علی نے اپنی بات مکمل کی سب کے چہرے کھل اٹھے۔ یہ آئیڈیا تو واقعی کمال کا تھا۔

”ہاں تو بچو! کل کے دن کے لیے کچھ کیا بھی ہے یا ابھی تک مشورے چل رہے ہیں؟“ انور صاحب نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

اگلے روز چھ ستمبر تھا اور مقابلے کے نتائج سامنے آنے تھے۔

”جی سر! ان شاءاللہ سب دیکھیں گے کہ ہم نے یوم دفاع پر ملک وملت کے دفاع کے لیے کیا، کیا ہے؟“ علی نے پر اعتماد لہجے میں جواب دیا۔

سر محض مسکرا کر رہ گئے۔ انہیں امید تھی کہ ہر کلاس نے ہی کچھ الگ اور منفرد کیا ہوگا۔

چھ ستمبر ”یوم دفاع“ کے دن ”مسلمان بچے اسکول“ کا میدان اسکول کے بچوں سے بھرا ہوا تھا۔ یہ اسکول سیکنڈری تھا اس لیے چھٹی سے لے کر دسویں جماعت تک کے بچے یہاں زیر تعلیم تھے۔

پرنسپل صاحب اسٹیج پر آئے تو بچوں نے کھڑے ہو کر ادب سے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا۔ سر نے جواب دیا اور سب بچوں کو بیٹھنے کا حکم

دیا۔ جب بچے بیٹھ گئے تو انہوں نے بات شروع کی۔

"اب ہم دسویں جماعت سے شروع کریں گے، ہر جماعت کا ایک طالب علم یہاں آ کر ہمیں اپنی کارگزاری سنائے!"

"سر! ہماری کلاس نے پیسے جمع کر کے ہوٹل میں کام کرنے والے تین بچوں کا اسکول میں داخلہ کروایا ہے اور عزم کیا ہے کہ جب تک وہ زیر تعلیم رہیں گے ان کی تعلیم کا سارا خرچہ ہم اٹھائیں گے"

دسویں جماعت سے عباس نے آ کر اپنی کارگزاری سنائی اور بطور ثبوت بچوں کے داخلہ فارم جج صاحبان کو پیش کیے تو سب نے تالیاں بجانا شروع کر دیں۔

"سر! ہماری کلاس نے اپنے محلے سے کچرا صاف کر کے صفائی کی مہم شروع کی ہے" نہم جماعت سے عمر نے آ کر اپنا کارنامہ بتایا اور بطور ثبوت کچرے کے ڈبے خریدنے والی رسید جج کو پیش کر دی۔ میدان میں دوبارہ تالیاں بج اُٹھیں

"سر! ہماری کلاس نے کتابوں کی لائبریری بنائی ہے جہاں ہر کوئی بلا معاوضہ کتابوں کا مطالعہ کر سکے" آٹھویں جماعت کے موسیٰ نے اپنی کلاس کا کارنامہ بتایا اور لائبریری کا پتہ پیش کیا۔

اب صرف دو کلاسیں باقی تھیں۔

"مجھے تو لگ رہا ہے میٹرک کلاس ہی اول آئے گی" چہ میگوئیاں شروع ہو گئی تھیں۔

"ہماری کلاس نے صدقہ باکس بنایا ہے جس میں ہم ہر مہینے چندہ جمع کر کے مریضوں کا علاج کروائیں گے، اس بار ہم نے پانچ ایسے مریضوں کا علاج کروایا ہے جو دوائیوں کے پیسے نہیں بھر سکتے تھے" ساتویں جماعت کا کارنامہ بھی منفرد تھا انہوں نے اپنا صدقہ باکس بھی پیش کیا جو مٹی کے سانچے میں بنا ہوا تھا۔

اب چھٹی جماعت کی باری تھی۔ سب کے دل دھک دھک کر رہے تھے۔ آخر حمزہ نے ہمت کی اور اسٹیج پر آ کر مائیک سنبھالا۔

"سر! ہم نے بہت سوچا لیکن ہمیں کچھ سمجھ نہیں آئی آخر متفقہ طور پر ہم نے ملک وملت کے دفاع کے لیے درخت لگانے کا فیصلہ کیا۔ ہم نے اپنے گھر، اسکول اور محلے کے نکڑ پر پودے لگائے ہیں، فی طالبعلم تین پودے لگائے گئے اور ہماری جماعت میں کل تیس طالب علم ہیں۔ آپ خود اندازہ لگا لیں کہ کتنے پودے لگے، پھر یہی پودے پھل دار اور سایہ دار درخت بنیں گے جس سے نہ جانے کتنے لوگ مستفید ہوں گے" حمزہ کی بات مکمل ہوتے ہی میدان تالیوں سے گونج اُٹھا۔ حمزہ نے علی کی جانب اشارہ کیا وہ چھوٹے چھوٹے پودے اسٹیج کے ساتھ بنی کیاری میں لگا

رہا تھا۔

تین استاد جج کا کام سر انجام دے رہے تھے۔ سب ان جج صاحبان کی جانب دیکھ رہے تھے۔ نہ جانے کون سی کلاس انعام کی حقدار ٹھہرنے والی تھی۔

"پیارے طلباء! آپ سب نے جس قدر محنت سے ملک وملت کے دفاع کے لیے یوم دفاع کے موقع پر اپنی خدمات پیش کیں، اس سے ہمارے لیے کسی ایک فریق کے حق میں فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا ہے۔" پرنسپل صاحب نے سب کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"لٰہذا ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ہر جماعت ہی انعام کی حقدار ہے۔ اب سب بچوں کو اسکول کی جانب سے انعام ملے گا۔" پرنسپل صاحب کے اعلان پر بچوں نے بے اختیار نعرہ تکبیر بلند کیا۔

انور صاحب نعرہ تکبیر کی گونج میں مسکراتے ہوئے نسل نو کو ملک کی ترقی میں کردار ادا کرتے دیکھ رہے تھے۔

زندگی کیا ہے؟

☆ پھول نے کہا، زندگی چند ساعتوں کی کہانی ہے۔

☆ غریب نے کہا، زندگی دکھوں کا گھر ہے۔

☆ دولت نے کہا، زندگی کھانا پینا اور مر جانا ہے۔

☆ طالب علم نے کہا، زندگی بار بار امتحان کا نام ہے۔

☆ بچے نے کہا، زندگی ایک مسکراہٹ ہے۔

☆ نجومی نے کہا، زندگی قسمت کا فال ہے۔

☆ تماشائی نے کہا، زندگی ایک کھیل ہے۔

☆ مضمون نگار نے کہا، زندگی دوسروں کے لیے جینا ہے۔

☆ ''مسلمان بچے'' پڑھنے والوں نے کہا، زندگی حقیقت میں عبادت اور جہاد کا نام ہے۔

(انتخاب: داؤد طلحہ السیف)

مدیر کے قلم سے خصوصی تحریر

ابواُمامہ

خوش نصیب ترین ساس

کتابوں کے مطالعہ کے دوران کئی مرتبہ ایسی بات اچانک سامنے آجاتی ہے، جس سے کوئی اَچھوتی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے۔ کبھی ایمانی حلاوت، کبھی جذبات کا تلاطم، کبھی محبت کا عجیب سا احساس، کبھی رشک، کبھی شرم اور کبھی خوشی۔

پھر خیال آتا ہے کہ وہ بیان کیا جائے یا لکھ دی جائے تاکہ دوسرے بھی مستفید ہوں اور اس کیفیت کا لطف لیں۔

آج ایسی ہی ایک بات نظر سے گزری تو دل چاہا کہ کیوں نہ آپ سب کو سنائی جائے اور اس بہانے مسلمان بچے کے لئے تحریر کی طویل غیر حاضری کا بھی خاتمہ ہوجائے اور اس کی برکت سے آئندہ بھی مستقل حاضری کی توفیق کا دروازہ کھل جائے۔

مشہور صحابیہ سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے حالات زندگی پڑھ رہا تھا تو ایک عنوان نے اپنی طرف کھینچ لیا۔

”دنیا کی معزز اور خوش نصیب ترین ساس اور نانی“

یہ عظیم المرتبت خاتون کون ہیں اور انہیں کن بلند مقام ہستیوں کی ساس اور نانی ہونے کا اعزاز حاصل ہوا؟

پورا پڑھا تو دل اُن کی عظمت اور محبت کے احساس میں ڈوب گیا۔

اللہ اکبر!

اللہ تعالیٰ نوازنے پر آتے ہیں تو کیا کیا نوازتے ہیں۔ سبحان اللہ!

نام ہے ”سیدہ ہند بنت عوف رضی اللہ عنہ عنہا“

روئے زمین کی وہ واحد خاتون جن کی دو

صاحبزادیاں نبی کریم ﷺ کے عقد نکاح میں آئیں۔سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ،سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ،سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، آنحضرت ﷺ کے چھوٹے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ ،حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ بلندپایہ صحابہ کرام ان کے داماد ہوئے اور پھر نواسوں میں کیسے کیسے نام۔

چلیں تفصیل سے پڑھیں!

حضرت ہند بنت عوف رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح خزیمہ بن الحارث سے ہوا جو قریش کے معزز قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔

اس نکاح سے ان کے ہاں پیدا ہوئیں،سیدہ اُمّ المومنین زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا جن سے نبی کریم ﷺ نے سنہ ۳ ہجری میں نکاح فرمایا اور وہ اپنی جود و سخا کے سبب''اُمّ المساکین''کے لقب سے مشہور ہوئیں۔

خزیمہ کے انتقال کے بعد سیدہ ہند رضی اللہ عنہا نے الحارث بن حزمن کے نکاح میں آئیں۔

یہاں اُن کی تین صاجزادیوں کی ولادت ہوئی۔

۱)اُمّ المومنین سیدہ میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا جو نبی کریم ﷺ کی گیارہویں اور آخری زوجہ مطہرہ ہیں۔سنہ ۷ ہجری میں عمرۃ القضاء سے واپسی پر نبی کریم ﷺ نے مکہ مکرمہ شہر کے قریب مقام ''شرف''میں اُن سے عقد فرمایا اور اُن کا انتقال بھی

اسی علاقے میں ہوا اور اُن کی قبر مبارک آج بھی اس راستے پر معروف ہے۔

۲)ام الفضل لبابۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

یہ معزز خاتون حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہا کی زوجہ مطہرہ ہیں اور ان کے بطن سے آنحضرت ﷺ کے خادم حضرت فضل بن عباس، ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس اور فاتح البخارہ حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہم جیسے نامور صحابہ پیدا ہوئے۔

۳)لبابۃ الصغریٰ رضی اللہ عنہا

ان کا نکاح قریش کے مشہور سردار ولید بن مغیرہ سے ہوا جو کفر پر مرا لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں

سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہا جیسا فرزند عطاء فرمایا جو تاریخ اسلام میں فاتحین کے امام شمار ہوئے۔

الحارث بن حزن کے بعد سیدہ ہند رضی اللہ عنہا کا نکاح عمیس بن سعد سے ہوا۔ یہاں ان کی دو صاجنزادیاں ہوئیں۔

۱) سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا

جلیل القدر صحابیہ جو بالکل ابتدائی زمانے میں اسلام لائیں اور انہیں اللہ تعالیٰ نے دو ہجرتوں کا شرف عطاء فرمایا۔

اُن کا پہلا نکاح رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی حضرت جعفر رضی اللہ عنہا سے ہوا۔ انہوں نے اپنے عظیم المرتبت خاوند کے ساتھ پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر وہاں سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا شرف پایا۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہا سے ان کے ہاں حضرت عبداللہ بن جعفر، عون بن جعفر اور محمد بن جعفر رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے۔

غزوۂ موتہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کا نکاح امیر المومنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہوا۔

ان کے ایک صاجنزادے محمد بن ابی بکر ان کے بطن سے پیدا ہوئے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد یہ عظیم خاتون امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے عقد میں آئیں اور ان کے بطن سے یحییٰ بن علی پیدا ہوئے۔

۲) عمیس سے حضرت ہند بنت عوف رضی اللہ عنہا کی دوسری صاجنزادی سلمیٰ بنت عمیس رضی اللہ عنہا ہیں جو سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ مطہرہ ہیں، ان کے ہاں امامہ نامی ایک صاجنزادی پیدا ہوئیں۔

دیکھیے خوش قسمتی اور سعادتوں کی کیسی عظیم الشان بلندی ان محترمہ اماں جی کو نصیب ہوئی۔ رضی اللہ عنہا

یقیناً آپ کا دل بھی ان کی محبت سے سرشار ہوگیا ہوگا اور ان کی عظمت آپ کے دلوں پر بھی ثبت ہوئی ہوگی۔

تو اب ایسا کیجئے کہ محبت کے ان لمحات کو قیمتی بنائیے۔ دو منٹ کے لئے رسالہ بند کیجئے اور کچھ پڑھ کر ان اماں جی کے لئے ایصال ثواب کیجئے۔

نبی کریم ﷺ کے اہل بیت، صحابہ اور صحابیات رضی اللہ عنہم کی محبت ہیں، بذات خود ایک بہت قیمتی اور عظیم ایمانی عمل ہے اور پھر ان کے لئے دعاء کرنا، ایصال ثواب کرنا اور ان کا ذکر بالخیر کرنا تو کیا ہی کہنے۔ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ سے ہمیں دنیا آخرت کی ہر خیر کی اُمید رکھنی چاہیے۔

ایک ہاتھی اور شیر

ادیبہ انور

پیارے بچو!

ہماری آج کی حدیث کینہ کے بارے میں ہے، یعنی دوسروں کے بارے میں دل میں بُرا چاہنا۔ غصے اور حسد کی طرح کینہ بھی ایک بہت بُری بیماری ہے۔

پیارے بچو! دل میں کینہ رکھنے کی بیماری ہمیں سخت نقصان پہنچاتی ہے۔ دل میں کینہ رکھنے سے نہ صرف ہم دوسرے کے خلاف حسد رکھتے ہیں بلکہ ساتھ یہ بھی چاہتے ہیں کہ کسی طرح اسے پریشان کیا جائے اور نقصان پہنچایا جائے لیکن جب ہم دوسرے کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں تو اکثر ہم خود کو مصیبت میں پھنسا لیتے ہیں۔ اس طرح ہم اپنا قیمتی وقت اور صلاحیتیں ضائع کر دیتے ہیں۔ جو کہانی ہم آپ کو سنانے جا رہے ہیں اس میں ہاتھی کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔

چلیے سب سے پہلے ہم پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول پڑھتے ہیں۔

ہمارے پیارے آقا نے فرمایا کہ

”لاتحاسدو!“

”ایک دوسرے کے خلاف کینہ مت رکھو!

تو پیارے بچو! آج کی حدیث کو سمجھنے کے لیے ہم ایک ہاتھی اور شیر کی کہانی سنیں گے۔

میرے پیارے بچو!

کسی جنگل میں ایک ہاتھی اور شیر رہا کرتے تھے۔ شیر تو آپ جانتے ہیں کہ جنگل کا بادشاہ ہوتا ہے لیکن ہاتھی کو یہ بات پسند نہ تھی۔ وہ شیر کے خلاف اپنے دل میں کینہ رکھتا تھا کہ یہ سارے جانوروں پہ حکومت کرتا ہے اور سبھی جانور اس کی بات مانتے تھے۔

وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح شیر کو جنگل سے باہر نکال کر خود جنگل کا بادشاہ بن جائے اور سارے جانور بس اس کی بات مانا کریں۔ لیکن شیر تو بہت بہادر تھا۔ اس لیے ہاتھی اسے زبردستی باہر بھی نہیں نکال سکتا تھا۔ پھر ایک دن اس نے ایک بُرا منصوبہ بنایا۔

شیر کو روزانہ سویرے جنگل میں چہل قدمی

کرنے کی عادت تھی۔ ہاتھی نے ایک رات اس کے راستے میں اپنی مضبوط سونڈ کے ذریعے ایک بڑا گڑھا کھودا اور اسے اوپر سے لکڑیوں اور گھانس پھونس سے ڈھانپ دیا، تاکہ جب شیر صبح اس راستے سے گزرے تو وہ اس گڑھے میں جا گرے۔ اس طرح ہاتھی نے سوچا کہ اس کی شیر سے جان چھوٹ جائے گی۔

لیکن ہوا کیا، شیر کو اسی رات کسی کام سے جنگل سے باہر جانا پڑا اور وہ کئی دن تک واپس نہ آسکا، ہاتھی اس کا انتظار کرتا رہا اور پھر بھول گیا کہ اس نے گڑھا کس جگہ کھودا تھا۔ ایک روز وہ اسی راستے سے گزر کر کسی دوست کو ملنے جا رہا تھا کہ اچانک اس کا پاؤں اسی گڑھے کی گھاس پھونس پر آگیا اور وہ دھڑام سے اپنے کھودے ہوئے گڑھے میں جا گرا۔

اب ہاتھی چیخ و پکار کرنے لگا کہ مدد.. مدد.. مجھے یہاں سے باہر نکالو!

لیکن بھلا جنگل کے ننھے منے جانور اتنے بڑے ہاتھی کو کیسے باہر نکال سکتے تھے۔ ہاتھی سخت پریشان ہوا کہ وہ تو ایسے بھوک پیاس سے نڈھال ہو کر اپنے ہی کھودے ہوئے گڑھے میں مر جائے گا۔

ہاتھی زور زور سے رونے لگا۔ خرگوش کو اس پہ ترس آگیا اور وہ بھاگ کر جنگل سے باہر گیا اور جلدی سے شیر کو بلا لایا۔

پیارے بچو! جب شیر نے ہاتھی کو گڑھے میں گرے ہوئے دیکھا تو سب جانوروں کو حکم دیا کہ جلدی سے گڑھے میں مٹی پھینکو تاکہ گڑھا مٹی سے بھر جائے اور ہاتھی اس مٹی پہ چڑھ کر گڑھے سے واپس نکل سکے۔ سب نے مل کر ہاتھی کی مدد کی اور وہ باہر نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔

پیارے بچو! آپ یقیناً سمجھ گئے ہوں گے کہ کس طرح ہاتھی کے کینہ پالنے کی عادت نے خود اسی کو مشکل میں گرفتار کر دیا اور اسے شیر کے سامنے شرمندہ ہونا پڑا۔

اسی لیے ہمیں چاہیے کہ ہم کبھی بھی کسی دوست، کزن، ہمسائے یا بہن بھائی کے لیے اپنے دل میں کینہ نہ رکھیں۔

اللہ پاک کو وہ بچے پیارے لگتے ہیں جو دوسروں سے محبت کرتے ہیں۔ اسی لیے اس نے ہمیں سب انسانوں سے محبت کرنے کا درس دیا ہے۔ اس لیے آپ کو چاہیے کہ آپ ہمیشہ خود کو کینہ اور حسد جیسی گندی عادات سے دور رکھیں۔

اب آپ نے یہ سبق یاد رکھنا ہے، بلکہ اپنے دوستوں کو بھی بتانا ہے اور دادی امی اور نانا ابو کو بھی یہ کہانی سنانی ہے تاکہ وہ آپ کو بار بار یاد دلاتے رہیں کہ اچھے بچے بری باتوں سے دور رہتے ہیں۔

ایمرجنسی کانفرنس

ایسی عجیب وغریب کانفرنس جو ہم سبھی کو کسی نہ کسی لمحے میں پیش آتی ہی رہتی ہے

''حماد پلیز! مجھے اپنے سائنس کے نوٹس دے دو! ایک دن کے لیے۔ میرے کہیں گم ہوگئے ہیں۔''

ارسل کی آواز سنتے ہی حماد اپنی پشت کے پیچھے رکھے بستے کی جانب مڑا اور بستے میں نوٹس ڈھونڈنے لگا۔

حماد کا مڑنا تھا کہ فوراً اس کے ذہن میں ایک ''ایمرجنسی کانفرنس'' کے انعقاد کا اعلان ہوا۔

یکا یک دماغ کی عقبی دیوار کے ساتھ تین شاہی کرسیاں، پہلو بہ پہلو رکھی گئیں۔

''حسد'' ''تکبر'' اور ''جھوٹ'' تینوں اپنے سب کام چھوڑ چھاڑ کر گئے نہانے اور تیار شیار ہونے، نہادھو کر، نئے کپڑے پہن کر ''حسد'' ''تکبر اور جھوٹ'' تینوں اپنی اپنی کرسی پر براجمان ہوئے۔

سب سے پہلے ''حسد میاں'' اُٹھ کر سامنے رکھے روسٹرم پر تشریف کا ٹوکرا اُٹھالے گئے اور مائک میں باآواز بلند تقریر کا آغاز کیا:

''اہم اہم!...... جی تو حماد صاحب!

یاد ہے کیا آپ کو؟ وہ ارسل جو پچھلے دو سالوں سے ہر پرچے میں آپ سے آگے ہوتا ہے اور آپ کے نمبر ہمیشہ اس سے کم آتے ہیں تو آج آپ اس کی مدد کریں گے؟

تمام گناہ معاف

حمرانؒ جو کہ حضرت عثمانؓ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عثمانؓ کو دیکھا کہ آپ نے وضو کے لیے ایک پانی کا برتن منگوایا اور پانی کو تین مرتبہ اپنے دونوں ہاتھوں پر ڈالا اور کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر اپنے چہرے کو تین بار اور ہاتھوں کو کہنیوں تک تین بار دھویا، پھر اپنے سر کا مسح کیا پھر دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے تین مرتبہ پھر کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایسا وضو کیا جس طرح کہ میں نے کیا پھر اس نے دو رکعت نماز پڑھی اور ان دو رکعتوں میں اپنے جی میں باتیں نہیں کی تو اس کے پہلے کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (بخاری مسلم) انتخاب: انیس الرحمن، بورے والا

نہیں جی نہیں...... ابھی واپس مڑیں اور انکار کر دیں صاحب...... کیوں ناک کٹوائیں گے آپ ہماری بھی اور اپنی بھی......''

یہ کہہ کر حسد میاں ایک فریب کار کی طرح مسکرا کر واپس اپنی کرسی پر آبیٹھے۔

اب ''تکبر میاں'' اُٹھے اور بڑے زور و شور سے مارچ کرتے روسٹرم پر گئے اور یوں مخاطب ہوئے:

''تف ہے حماد! ارے تم حماد! ارسل کو اپنے نوٹس دو گے۔

ارے! یہ اس لائق نہیں...... نہ نہ نہ......

واپس مڑ جاؤ......! شاباش میرے پیارے شاباش!!!

اب کہ جھوٹ میاں کی باری آئی تو انہوں نے فوراً اپنے قریب میز پہ پڑی بوتل سے پانی کے چند قطرے آنسو بنا کر اپنے آنکھوں کے نیچے لٹکا لیے اور روسٹرم پر جا کر روہانسی شکل بنائے بولا:

''حماد! میرے بچے...... ! جا کہہ دے کہ تیرے پاس نہیں ہے...... تجھے کوئی ضرورت نہیں اسے اپنی چیز دینے کی...... جا میرا بچہ...... !بول دے جھوٹ! میں تیرے ساتھ ہوں......''

''حماد یار! دے دو پلیز...... ! کیا نہیں مل رہے؟'' ارسل کی آواز سے وہ چونکا

فوراً وہ منہ میں بڑبڑایا

''استغفر اللہ ربی من کل شیء'' اور نوٹس نکال کر ارسل کو تھما دیئے۔

ارسل ''جزاک اللہ'' کہہ کر چل دیا۔

دوسری طرف جھوٹ، حسد اور تکبر دل کا دورہ پڑنے سے وفات پا چکے تھے۔

''اناللہ وانا الیہ راجعون''

"چھ ستمبر کو جنگ چھڑنے کے بعد پاک بحریہ کی آب دوز "غازی" ایک مشکل اور اہم ترین مشن مکمل کرنے کی خاطر سمندر کا سینہ چیرتی ہوئی بمبئی کی بندرگاہ کی جانب روانہ ہوئی تھی

عظیم الشان فتح

تنزیلہ احمد

"سمندر کے گہرے پانیوں میں خفیف سا ارتعاش پیدا ہوا۔ پاکستان کی آب دوز "غازی" ایک شان سے مناسب رفتار برقرار رکھے محتاط انداز میں سمندر کی گہرائیوں میں اپنے شکار کی تلاش میں سرگرداں تھی۔

چھوٹی آب دوز میں موجود شیر دل جانبازوں کا جوش و جذبہ عروج پر تھا۔ سات ستمبر 1965ء کا سورج غروب ہو چکا تھا۔ ہندوستان کی جانب سے پاکستان پر جنگ مسلط ہوتے ہی بری، فضائی اور بحری فوج وطن عزیز کے دفاع کی خاطر دشمن کو منہ توڑ جواب دینے کے لیے حرکت میں آچکی تھی۔"

انہوں نے زرا سا وقفہ لیا تو انہماک سے کہانی سنتا عمر بھی حرکت میں آیا۔ نیم دراز حالت سے بیٹھنے کے انداز میں آتے ہی وہ نانا جان کی جانب جھکا۔

"پانی کے اندر جنگ کتنی مشکل ہوتی ہو گی ناں؟"

وہ ذرا سا مسکرائے۔

"جنگ تو کہیں بھی آسان نہیں ہوتی بچے! بڑی قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ اچھا چلو آگے سنو!"

عمر نے تائید میں سر ہلایا تو وہ بولے:

"چھ ستمبر کو جنگ چھڑنے کے بعد پاک بحریہ کی آب دوز ''غازی'' ایک مشکل اور اہم ترین مشن مکمل کرنے کی خاطر سمندر کا سینہ چیرتی ہوئی بمبئی کی بندرگاہ کی جانب روانہ ہوئی تھی۔

آپریشن دوارکا کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کی ذمہ داری کمانڈنٹ کرامت خان نیازی کو سونپی گئی۔آب دوز "غازی" کو ہندوستانی بحریہ کے طیارہ بردار بحری جہاز وکرانت اور دو تباہ کن جہازوں رنجیت اور میسور کو ان کے انجام تک پہنچانے کا مشن سونپا گیا تھا۔

دوسری جانب ''اللہ اکبر'' کے دل گرما دینے والے نعرے بلند کرتے ہوئے بحری بیڑا کموڈور شیخ محمد انور کی قیادت میں آپریشن دوارکا احسن طور پر مکمل کرنے کے لیے روانہ ہو چکا تھا۔

''بحری بیڑے میں کیا کیا شامل تھا؟ نانا جان؟'' وہ جھٹ سے بولا

''پاکستان کے اس بحری بیڑے میں ایک آب دوز شکن بحری جہاز (فریگیٹ) اور چھ تباہ کن بحری جہاز شامل تھے۔شاطر دشمن کی جانب سے کیے گئے بھرپور دفاعی انتظامات اور جدید ہتھیاروں کی بدولت مشن دوارکا کی کامیابی کے امکانات بظاہر بہت کم نظر آتے تھے۔لیکن پاک بحریہ کے جذبہ ایمانی کے تند و تیز ریلے کے سامنے دشمن کی قوت کی کوئی اہمیت نہ تھی۔انہیں پرواہ تھی تو صرف پاکستان کی سالمیت اور دفاع کو ہر حال میں یقینی بنانے کی''

''ممم۔۔۔ پر دوارکا تھا کیا؟'' عمر نے عادت سے مجبور ہو کر فوراً سے سوال اُٹھایا۔وہ بھی حسب عادت دھیرے سے مسکرا دیئے۔

''ہندوستان کے شمالی ساحلی علاقے میں قائم کیا گیا دوارکا، دشمن کا انتہائی اہم اور مضبوط ترین بحری فوجی اڈہ تھا۔برطانوی بحریہ کے ہم پلہ ہونے کی دعوے دار ہندوستانی بحریہ دوارکا کو اپنا غرور اور دنیا کا ناقابل تسخیر خطرناک بحری فوجی اڈہ مانتی تھی۔ہر لحاظ سے مضبوط دفاعی انتظامات سے لیس دوارکا میں دنیا کا جدید ترین ریڈار اسٹیشن اور انتہائی طاقتور دوربین نصب تھی جو حملے سے قبل خبردار کرنے کی بھرپور صلاحیت کی حامل تھی۔ یہاں بمبار اور لڑاکا طیارے ہر وقت حملے کے لیے تیار کھڑے رہتے۔بحری فوجی اڈے سے منسلک ساحلی پٹی پر طیارہ شکن توپیں اور مشین گنیں تباہی و بربادی برپا کرنے کو نصب تھیں۔دوراکا کے اردگرد کے علاقوں میں تین چھوٹے فضائی اڈے قائم تھے تاکہ پاکستانی فضائی حملے کی صورت میں بروقت اور مؤثر جواب دیا جا سکے۔ لڑاکا اور بمبار طیاروں سے لیس جدید ترین ہندوستانی بحری جہاز وکرانت، دوارکا کی بحری اور فضائی حفاظت پر مامور تھا۔''

''اُفف فف۔۔۔! بھارت کے پاس اتنا کچھ تھا؟؟'' عمر کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں

''جی بہت کچھ۔اس جنگ کی تیاری دشمن نے اٹھارہ برس تک کی تھی۔خیر آگے سناؤں؟''

نانا جان نے اس کی آنکھوں میں جھانکا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''سات ستمبر کا سورج جب ڈھلا تو پہلے مرحلے میں پاک بحریہ کا بحری بیڑا مشکل ترین مشن کامیابی سے پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے اہم منصوبہ سازی مکمل کر چکا تھا۔ اس کے بعد پاکستانی بحری جنگی جہاز سمندر میں اپنے اپنے طے شدہ مقامات پر پہنچ چکے تھے۔

رات گئے حکم ملنے پر انہوں نے ہدف پر گولے برسانے شروع کیے تو جواب میں دشمن کی توپوں نے آگ اُگلنا شروع کر دی۔ حملہ اتنا شدید تھا کہ شروع ہونے کے محض دو منٹ میں ہی ہندوستانی فضائیہ کے لڑاکا اور بمبار طیارے "پی این ایس عالمگیر" کے سر پر پہنچ چکے تھے۔

طیارے اندھا دھند بم برساتے رہے اور اللہ کی مدد سے ان کے گرائے بم ہدف تک پہنچنے کی بجائے پانی کی نذر ہو کر اپنی موت آپ مرتے رہے۔ بس یہی صحیح وقت تھا۔ کچھ فاصلے پر اپنی جگہ پر موجود "پی این ایس ٹیپو سلطان" نے دشمن کی حواس باختگی کا بروقت فائدہ اُٹھاتے ہوئے ایک کاری وار کیا۔ طیاروں پر گولے داغے اور آن کی آن میں تین ہندوستانی طیارے دیکھتے ہی دیکھتے فضا میں ہی شعلوں کی نذر کر دیئے۔'' انہوں نے لمبی بات کے اختتام پر وقفہ لیا تو عمر خوشی سے بے ساختہ تالیاں پیٹنے لگا۔ انہوں نے اس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا۔

''اس کامیابی کے بعد جنگی حکمت عملی کا شاندار مظاہرہ کرتے ہوئے کموڈور نے وقت ضائع کیے بنا بحری جنگی جہازں کی جگہیں تبدیل کیں اور یوں دشمن کی اکڑ دوارا کا پھر سے پاکستانی گولوں کی زد میں آ گیا۔ بلا خوف و خطر دشمن کے گھر میں گھس کر سیدھا وار کرنے والے پاک بحریہ کے سبھی جنگی بحری جہازوں پر پاک وطن کے دفاع کی خاطر ایسے پے در پے حملے کیے کہ صرف چار منٹ کے دورانیے میں ہی دوارکا پر حملے کی پیشگی اطلاع دینے والی جدید ترین دوربین اور ریڈار اسٹیشن ٹھکانے لگا دیئے گئے تھے۔ انتہائی قلیل وقت میں پاک بحریہ کے بحری بیڑے سے داغے گئے تین سو پچاس گولے دوارکا کی اینٹ سے اینٹ بجا چکے تھے۔ بحری فوجی اڈے کی تمام عمارتوں سمیت جدید ترین ہتھیار اور طیاروں کو نذر آتش کر دیا گیا تھا۔''

''ارے واہ۔۔! یہ تو کمال ہو گیا۔۔ تو کیا مشن مکمل ہو گیا تھا نانا جان؟'' عمر نے پاس پڑا پانی کا گلاس ان کی جانب بڑھاتے ہوئے مارے تجسس کے پوچھا۔

پانی کے گھونٹ بھر کر وہ گویا ہوئے:

''ہندوستان کے غرور کو خاک میں ملانے

کے بعد پاکستانی بحری بیڑا سبز ہلالی پرچم لہرا کر عظیم الشان فتح کے شادیانے بجاتا کراچی بندرگاہ کی جانب بڑھ رہا تھا۔ تبھی غصے سے پاگل ہندوستانی فضائیہ کے متعدد بمبار اور لڑاکا طیارے شکست فاش کا بدلہ چکانے کے لیے پاکستانی بحری بیڑے کو نشانہ بنانے آپہنچے مگر ناکامی کے سوا ان کے ہاتھ کچھ نہ آیا۔ جوابی حملے پر دشمن کے طیارے اتنے بوکھلائے کہ ایک بار پھر شکست کا طوق پہن کر انہیں رفوچکر ہونا پڑا۔"

"یہ ہوئی ناں بات۔۔۔ پر نانا جان غازی کا کیا بنا؟" اس نے مکا ہوا میں لہراتے ہوئے پوچھا

"ادھر پاکستانی بحری بیڑا فتح یاب ہو کر کراچی کی بندرگاہ پر غازی بن کے پہنچ چکا تھا۔ ادھر گہرے پانیوں کی شان آب دوز "غازی" اپنا مشن پایہ تکمیل تک پہنچانے کی غرض سے سمندر کی تہہ میں بے چین تھی۔ دوارکا کی حفاظت پر مامور وکرانت تباہی کے ڈر سے سمندر کی گہرائی میں چھپا بیٹھا تھا۔ دشمن کے چار آب دوز شکن بزدل جہاز بھی تاریکی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے گہرے پانیوں میں چھپ گئے تھے۔ غازی کو انتظار تھا کہ دوارکا کی تباہی و بربادی کا بدلہ لینے کے لیے میسور اور رنجیت کہیں سے منہ نکالیں تاکہ ان کو بھی نیست و نابود کیا جاسکے۔ صرف یہی نہیں، گہرے پانیوں میں ہندوستان کے چار آب دوز شکن جہاز بھی اپنی اپنی جگہوں پر پاکستان کی ایک چھوٹی آب دوز کو تباہ کرنے کا خواب سجائے گھات لگائے بیٹھے تھے۔"

عمر کا تجسس انتہا پر تھا۔ دم سادھے وہ ساکت بیٹھا تھا۔ جیسے ذرا سا بھی بولا تو شاید دشمن چوکنا ہو جائے۔ سوالیہ آنکھیں اس نے نانا جان پر ٹکا دیں۔

"گہرے پانیوں میں ہونے والا ہلکے سے ہلکا ارتعاش بھی ہر کسی کو چوکنا کر دینے کے لیے کافی تھا۔ بالآخر دشمن گھیرے میں آگیا تھا۔ ایک ہندوستانی آب دوز شکن جہاز کرشنا کو تباہ کرنے میں آب دوز "غازی" کامیاب رہی۔ جبکہ غازی کے حملے سے شدید زخمی ہونے والا دوسرا فریگیٹ گوداوری جان بچانے کی تگ و دو میں بھاگتے ہوئے زخموں کی تاب نہ لا کر ہمیشہ کے لیے سمندر کی تاریک گہرائیوں میں دفن ہوگیا تھا۔ پاکستان کی ایک چھوٹی آب دوز کے ہاتھوں اپنے ساتھیوں کا ایسا بھیانک انجام دیکھ کر دشمن کے بقیہ دو فریگیٹ دم دبا کر بزدلوں کی طرح رفوچکر ہوچکے تھے۔

یہ آٹھ ستمبر 1965 کا دن تھا جب آب دوز "غازی" بھی غازی بن کر کراچی کے ساحل پر اللہ اکبر کے فلک شگاف نعرے بلند کرتے ہوئے

نمودار ہوئی۔ اس روز پاک بحریہ نے پاکستان کی بری اور فضائی افواج کے شانہ بشانہ لڑتے ہوئے مکار دشمن کو چاروں شانے چت کیا تھا۔ جنگِ ستمبر میں پاک بحریہ کی شان دار اور ناقابل فراموش کارکردگی کی یاد میں ہر سال آٹھ ستمبر یوم بحریہ کے طور پر منایا جاتا ہے۔"

"ہررررے۔۔۔" دونوں بازوں ہوا میں لہراتے عمر کی خوشی دیدنی تھی۔ نانا جان کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی کے ساتھ خوشی چھلکی پر انہوں نے بات جاری رکھی:

"جدید ترین بحری قوت سے مالامال ہندوستانی بحریہ کو جنگ ستمبر میں جوش و جذبے سے لبریز پاک بحریہ نے اپنی بہترین جنگی حکمت عملی اور قوت ایمانی کے بل بوتے پر ایسی شرم ناک شکست سے دو چار کیا تھا جس کی مثال جنگی تاریخ میں نہیں ملتی۔ پاکستانی حدود میں پانیوں کی حفاظت پر مامور پاک بحریہ جرأت، بہادری اور دلیری کی ایسی درخشاں مثال ہے جس پر گہرے پانی ہمشہ نازاں اور پاکستانی قوم ہمیشہ فرحاں رہتی ہے۔ گیارہ روز تک جاری رہنے والی جنگ میں پاکستان نے اپنے سے کئی گنا زیادہ جنگی طاقت رکھنے والے ازلی دشمن ہندوستان کو ہر محاذ پر منہ توڑ جواب دیا۔

اس عظیم الشان فتح کی یاد میں چھ ستمبر پورے پاکستان میں بطور یوم دفاع پورے جوش وخروش سے منایا جاتا ہے۔ سات ستمبر یوم فضائیہ جبکہ آٹھ ستمبر یوم بحریہ ہے۔"

سچی کہانی کے اختتام پر عمر کی خوشی قابل دید تھی۔ نانا جان بھی یہ سب بتا کر بہت مطمئن تھے کہ پاکستان کی نئی نسل کے لیے حقیقت اور سچ جاننا بہت ضروری تھا تاکہ وہ یوم دفاع کی روح سے آشنا ہوکر اپنے ملک اور افواج پاکستان پر ہمیشہ فخر کرتے رہیں اور ملک کے امن وسلامتی کی خاطر پیش کی گئی شہداء کی قربانیوں کو کبھی فراموش نہ کریں۔

----☆----

محمد فیصل علی کا تعلق ضلع مظفر گڑھ کے شہر سناواں سے ہے۔ اس خطے کے لوگوں کی مادری زبان سرائیکی ہے۔ مصنف کی مادری زبان بھی سرائیکی ہے۔ سرائیکی خطہ میں بہت سی لوک کہانیاں زبان زدِ عام ہیں جیسے ”کاں تے لالی“ (کوا اور مینا) اور ”مائی بڈھڑی دے پھلے“ (بی بڑھیا کے میٹھے پھلے)۔ مصنف نے انہی علاقائی لوک کہانیوں میں سے ایک کہانی قارئین کی خدمت میں پیش کی ہے۔

سرائیکی لوک کہانی

بڑھیا اور اللہ کا جھگڑا

محمد فیصل علی

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک گاؤں میں ایک بڑھیا رہتی تھی۔ وہ بہت خوددار تھی۔ وہ کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاتی تھی۔ وہ اپنے دم پہ محنت کرتی اور اپنا گزر بسر کرتی تھی۔ اس کا گھر ایک جھونپڑی پہ مشتمل تھا۔ یہ جھونپڑی بستی کے آخری کونے میں جنگل کے پاس واقع تھی۔ بڑھیا کے پاس ایک گدھا تھا۔ وہ روزانہ جنگل میں جاتی لکڑیاں کاٹتی اور پھر انہیں لکڑی فروخت کرنے والے کو بیچ دیتی۔ اس کے بدلے میں جو پیسے ملتے ان سے اپنے اور اپنے گدھے کے لیے کھانے پینے کا سامان لے آتی۔

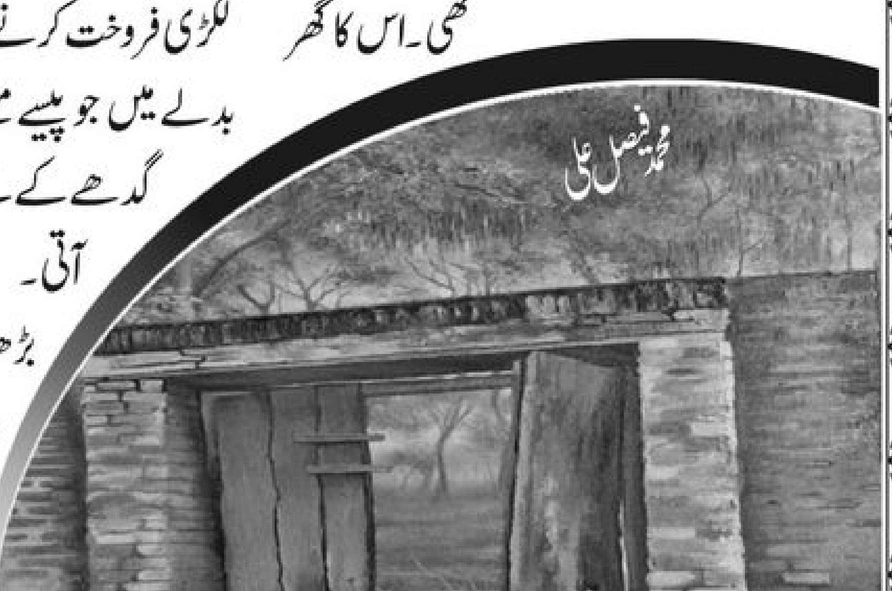

بڑھیا بڑی نیک اور بہادر تھی۔ وہ نماز روزے کی پابند تھی اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی خوب کرتی تھی۔ وہ رات گئے تک جاگتی رہتی اور اللہ کی یاد میں مصروف رہتی۔ ایک جملہ ایسا تھا جو

وہ اکثر کہتی رہتی کہ

''میں کسی سے نہیں ڈرتی ،بس اللہ کی چنگاری (یعنی عذاب) سے ڈرتی ہوں۔''

بڑھیا کا گدھا بڑا ہی موٹا تازہ تھا۔یہی وجہ تھی کہ جنگل کا شیر بادشاہ اور ایک کالا چور اس کی تاک میں تھے۔چور گدھے کو چرا کر لے جانا چاہتا تھا جب کہ شیر کی خواہش تھی کہ میں گدھے کا شکار کروں۔وہ دونوں بڑھیا کی جھونپڑی کے ارد گرد چکر لگاتے رہتے مگر بڑھیا تو ہر دم ہوشیار اور چوکنا رہتی تھی ساتھ ساتھ وہ اپنا مخصوص جملہ بھی دہراتی رہتی۔وہ بھی بڑھیا کا یہ جملہ سنتے رہتے کہ''میں کسی سے نہیں ڈرتی ،بس اللہ کی چنگاری سے ڈرتی ہوں۔''وہ سوچتے رہتے کہ اللہ کی چنگاری کیا ہوتی ہوگی۔

ایک رات کالی آندھی آئی۔چہار سو گرد و غبار چھا گیا۔اس رات چاند بھی نہیں تھا۔بڑا سخت اندھیرا تھا۔بڑھیا نے کچھ دیر تو لالٹین کی دھیمی دھیمی روشنی میں جھونپڑی کے ارد گرد چکر لگائے اور پہرے داری کی لیکن کب تک؟ آخر کار وہ تھک گئی اور یہ کہتے ہوئے سوگئی کہ

''میں کسی سے نہیں ڈرتی ،بس اللہ کی چنگاری سے ڈرتی ہوں۔''

اب شیر حرکت میں آیا اور جھونپڑی کی طرف بڑھنے لگا۔آج تو اس کے ساتھ اس کا مشیر گیدڑ بھی تھا۔گیدڑ وہاں سے کچھ دور چھپا بیٹھا تھا جب کہ شیر پیش قدمی کر رہا تھا۔آخر کار وہ جھونپڑی کے قریب پہنچ گیا۔ادھر چور بھی چپکے چپکے جھونپڑی کی طرف کھسک رہا تھا،آخر کار وہ بھی جھونپڑی کے قریب پہنچ گیا۔اس نے اندھیرے میں کھڑے شیر کو دیکھا تو اسے لگا یہی گدھا ہے۔اس نے اسے گدھا سمجھ کر اس پہ چھلانگ لگا دی اور اس کی پشت پہ جا گرا۔شیر اس اچانک افتاد سے گھبرا گیا اور ایک دھاڑ مار کر بھاگ کھڑا ہوا۔ادھر چور نے جب شیر کی دھاڑ سنی اور اس کے ہاتھ جب شیر کے بالوں پر پڑے تو وہ اپنی جگہ ڈر گیا،اس کے منہ سے چیخ نکل گئی ،ساتھ ہی وہ چلایا:

''اللہ کی چنگاری آگئی''

چور کی چیخ اور چنگاری کے الفاظ سن کر شیر کی حالت مزید غیر ہوگئی۔وہ مزید تیزی سے بھاگا۔اس دوران چور کو ایک آم کا پودا نظر آیا۔اس پودے کے گرد چھوٹی سی چار دیواری گولائی میں بنی ہوئی تھی جسے گملا کہا جاتا تھا۔جیسے ہی شیر گملے کے پاس سے گزرا،چور نے گملے میں چھلانگ لگا دی۔ادھر شیر بھاگتا بھاگتا گیدڑ کے پاس جا پہنچا۔شیر کی حالت دیکھ کر گیدڑ نے پوچھا:

''بادشاہ سلامت! کیا ہوا؟ خیر تو ہے؟''

''اللہ کی چنگاری آگئی،اللہ کی چنگاری''

شیر نے گھبرا کر کہا۔

"کہاں بادشاہ سلامت؟"

"ادھر گملے میں!"

شیر نے اشارہ کیا۔گیدڑ نے کہا میں جا کر دیکھتا ہوں اور وہ اس طرف چل دیا۔وہاں پہنچ کر اس نے منہ سے عجیب و غریب آوازیں نکالیں جس سے چور کا رواں رواں کانپنے لگا۔وہ سوچ رہا تھا کہ چونکہ میں چوری کرنے آیا ہوا ہوں اس لیے مجھ پر اللہ کا عذاب آنے والا ہے۔

عین اسی وقت گیدڑ نے اپنی دم گملے کے سوراخ سے اندر گھسائی اور اسے دائیں بائیں ہلانے لگا تاکہ اندر کوئی چیز ہے تو پتہ چل جائے۔چور نے جب یہ لہراتی ہوئی بلا دیکھی، اس نے آناً فاناً چاقو نکالا اور اس کی دم پہ چلا دیا۔چاقو لگتے ہی گیدڑ درد کی شدت سے چلایا اور "اللہ کی چنگاری اللہ کی چنگاری" کہتا ہوا بھاگ کھڑا ہوا۔

دوسری طرف چور بھی مخالف سمت میں "اللہ کی چنگاری اللہ کی چنگاری" کہتا ہوا چیختا چلاتا بھاگا جا رہا تھا۔

بڑھیا اور اس کا گدھا امن امان کے ساتھ اپنی جھونپڑی میں موجود تھے۔

خصوصیات پاکستان

انتخاب: نور عالم

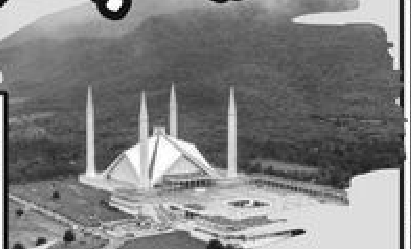

☆ دنیا کا سب سے بڑا ہاکی اسٹیڈیم پاکستان میں ہے۔

☆ دنیا کا سب سے بڑا نہری نظام پاکستان میں ہے۔

☆ دنیا کی دوسری بلند ترین چوٹی کے،ٹو پاکستان میں ہے۔

☆ دنیا میں رقبے کے لحاظ سے ۳۶واں بڑا ملک پاکستان ہے۔

☆ دنیا میں آبادی کے لحاظ سے چھٹا بڑا ملک پاکستان ہے۔

☆ دنیا میں مٹی کا سب سے بڑا ڈیم پاکستان میں ہے۔

☆ دنیا میں نمک کا مرکز پاکستان کے شہر جہلم میں ہے۔

☆ اسلامی ممالک میں پاکستان پہلے نمبر پر ایٹمی طاقت ہے۔

تسلیمہ موسیٰ

ایسا تھا وہ دیوانہ

وہ ایک الگ جگہ تھی۔بہت ہی خوفناک اور اس کے لئے غیر محفوظ کن ،وہاں ہر طرف خونخوار بھیڑیے ہی بھیڑیے تھے کوئی کالے تو کوئی انتہائی خوفناک۔

مگر وہ اپنی جان کی پروہ کیسے بغیر صرف ایک بھیڑیے کو ڈھونڈ رہا تھا۔ اسے صرف اسی کی تلاش تھی۔ وہ اسی کے لئے ایسی خوفناک و پرخطر جگہ پر آیا تھا۔جہاں پر اس کی جان کو بھی خطرہ تھا مگر اسے اپنی جان کی پرواہ ہی کہاں تھی اسے بس اپنا کام کرگزرنا تھا۔ تبھی اچانک بھیڑیوں کے جھنڈ میں سے وہ بھیڑیا اسے نظر آیا۔اسکے منہ سے خون ٹپک رہا تھا۔اسے دیکھ کر اسکا خون کھول اٹھا تھا۔وہ تیزی سے اس کی طرف لپکا اسکے ہاتھ میں ایک تیز دھار خنجر تھا جس پر عربی میں ایک جملہ تحریر تھا۔

''پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر میری جان بھی قربان''

وہ اس مکروہ شکل والے بھیڑے کی طرف بھاگا بغیر پرواہ کیے کہ اردگرد کئی اور خطرناک بھیڑیے موجود ہیں، وہ اس بھیڑیے کے قریب پہنچا اور تکبیر بلند کی۔

''اللہ اکبر''

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر میری جان بھی

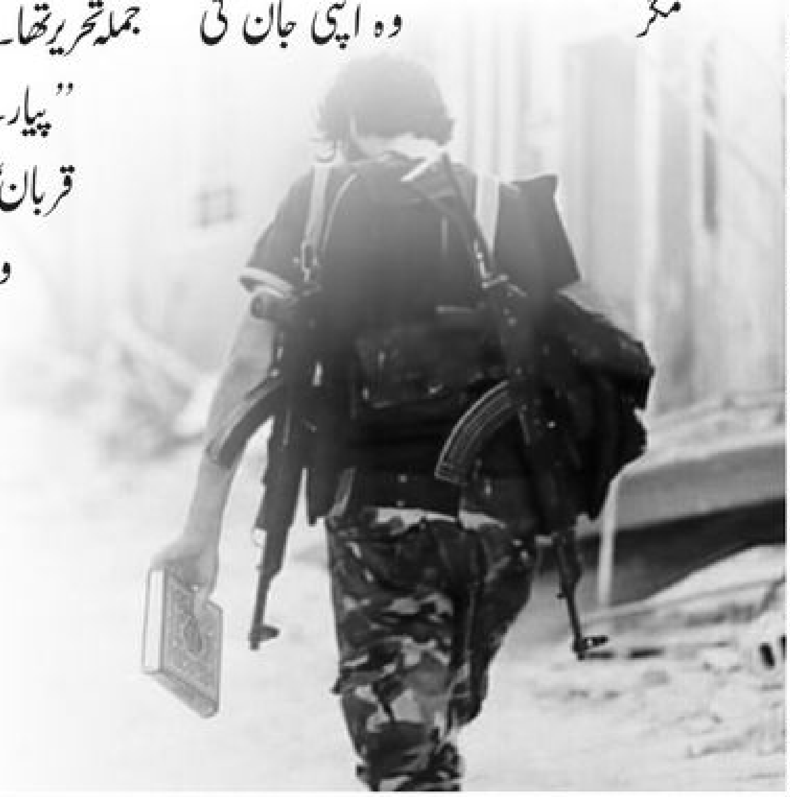

قربان‘‘ ایک، دو، تین، یکے بعد دیگرے اس نے اس بھیڑیے پر اس تیز دھار خنجر سے کئی وار کئے اور وہ وہیں ڈھیر ہوگیا۔ وہ مسکرایا پھر اچانک ہی ہر طرف سے اس پر بھیڑیوں نے حملہ کر دیا۔ وہ لہولہان ہو چکا تھا۔ اس کے ہاتھ سے خنجر گرا اور وہ خود بھی نیچے آ گرا۔ اسکا چہرہ آسمان کی طرف تھا۔ وہ آخری سانسیں لے رہا تھا۔ مگر اسے کوئی غم نہ تھا۔

وہ خوش تھا کہ جو اسکا مقصد تھا وہ اس میں کامیاب رہا۔ اب وہ جیے یا مرے اسے کوئی غم نہ تھا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی۔ اس کے لب پھڑ پھڑائے ’’فزت و رب الکعبہ‘‘ پھر اس کی زبان پر کلمہ جاری ہوگیا۔

’’اشھدان لاالٰہ الااللہ و اشھدان محمدا عبدہ و رسولہ‘‘

اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہونے لگیں۔

’’اللہ اکبر، اللہ اکبر‘‘

فجر کی اذان سے اس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ آہ! یہ کیسا خواب تھا۔ یہ خواب اسے مسلسل تین دنوں سے آرہا تھا۔ مگر وہ اسکی تعبیر سمجھنے سے قاصر تھا۔ وہ نیند سے بیدار ہونے کی دعا پڑھتا ہوا وضو کے لئے اٹھ گیا۔ وضو کر کے وہ مسجد چلا آیا۔

مولوی عبدالمتین صاحب جو کہ کئی سالوں سے اس مسجد میں امام مسجد کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ اپنے اکلوتے فرزند ارجمند کو آج بھی سب سے پہلے مسجد میں داخل ہوتے دیکھ کر مسکرائے۔ مولوی عبدالمتین پچھتر سالہ بزرگ آدمی تھے۔ اللہ نے انہیں کئی سال کے بعد اولاد کی نعمت سے نوازا تھا۔

عبدالمتین نے بیٹے کی پیدائش پر پورے گاؤں میں مٹھائی بانٹی تھی اور اپنے بیٹے کا نام غازی سیف الاسلام رکھ دیا۔

اہلیہ بیٹے کی پیدائش پر ہی چل بسی تھی۔ مولوی عبدالمتین نے اپنے بیٹے کی پرورش ایک شیر کی طرح کی تھی۔ اس کی تربیت میں کسی چیز کی کمی نہ رہنے دی تھی۔ وہ اسے حقیقی معنوں میں اسلام کی تلوار بنانا چاہتا تھا۔ غازی سیف الاسلام کوئی حسین و جمیل نوجوان نہ تھا مگر اللہ نے اسے بے انتہا ذہانت عطاء کی تھی۔

سکول سے لیکر اب تک وہ ٹاپ کرتا آیا تھا۔ چھوٹی سی ہی عمر میں اس نے حافظ قرآن ہونے کا شرف حاصل کیا تھا۔ اللہ، اس کے نبی اور اسلام کی محبت اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ مولوی عبدالمتین اسے دین کیساتھ ساتھ دنیاوی تعلیم سے بھی آراستہ کر رہا تھا۔ اسکا کالج میں یہ آخری سال تھا۔ وہ بے حد ذہین طالب علم تھا۔

وہ اپنے والد اور اپنے گاؤں کا فخر تھا۔ اس کے زیادہ دوست نہ تھے وجہ یہ تھی کہ وہ زیادہ خوبصورت نہ تھا۔ بس چند گنتی کے دوست تھے وہ بھی کام کی حد تک کبھی کبھار وہ بھی اکیلے میں اس کی بدصورتی کا مذاق اڑاتے تھے۔ غازی سیف الاسلام لا علم نہ تھا۔ وہ سب جانتا تھا۔ احسن اسکا کلاس فیلو اور پڑوسی تھا۔

وہ خوبصورت تو تھا ہی مگر اسکی آواز بھی بے حد خوبصورت تھی۔ وہ بہت اچھا نعت خواں تھا۔ اس نے جب بھی کسی مقابلے میں حصہ لیا ہمیشہ اول ہی آیا تھا۔ اسکی زبان پر ہر وقت نعتِ رسول مقبول ﷺ ہوتی۔ سیف اسے رشک سے دیکھتا اور سوچتا کہ احسن کتنا خوش قسمت ہے۔ اس کی آواز کتنی خوبصورت ہے۔ کتنے ہی لوگ اس سے محبت کرتے ہیں اور احسن خود کتنا اچھا ہے۔ وہ ہر وقت نبی کریم ﷺ کی شان میں نعتیں پڑھتا رہتا ہے۔ اسے نبی کریم ﷺ سے کتنی محبت ہے ناں! کاش میری آواز بھی خوبصورت ہوتی میں بھی نبی کریم ﷺ سے اپنی محبت کا اظہار اس طرح کرتا۔

یہ سوچ کر اسکی آنکھوں میں آنسو آجاتے۔ وہ احساس کمتری کا شکار ہو جاتا۔ وہ جب بھی اپنے والد صاحب کیساتھ بیٹھتا تو تمام باتیں اس کے ساتھ شیئر کرتا۔

''بابا! میرا بڑا دل کرتا ہے کہ کاش میری آواز بھی اتنی اچھی ہوتی، میں بھی اپنے نبی کریم ﷺ کی شان میں نعت کہتا۔ احسن کی زبان پر تو ہر وقت نعتیں ہی ہوتی ہیں۔

بابا! شاید وہ ہم سے زیادہ نبی کریم ﷺ سے محبت کرتا ہے ناں۔ جسکا اظہار وہ اس طرح کرتا ہے؟''

مولوی عبدالمتین مسکرائے اور سیف کو اپنے ساتھ لگاتے ہوئے بولے۔

''میرے بچے! محبت کا اظہار نعت کہنے سے نہیں ہوتا۔ اصل محبت تو وہ ہوتی ہے اپنے محبوب سے کہ جو کام ہمارے محبوب نبی شفیق ﷺ نے کئے ہیں ہم بھی وہی کریں۔ نبی کریم ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر چلیں۔ اسوہ حسنہ کو اپنائیں اسی کا نام محبت ہے مولوی عبدالمتین کافی دیر تک غازی سیف الاسلام کو سمجھاتے رہے۔ اسے اکابرو اسلاف کی کہانیاں بتاتے رہے۔ سیف الاسلام کا یہ پسندیدہ موضوع تھا۔ اسے تمام عاشقانِ رسول ﷺ سے بہت محبت تھی جنہوں نے آقا کی ناموس کی خاطر اپنی جانیں بخوشی قربان کر دی تھیں۔ وہ بھی ایک ایسا ہی سچا عاشق رسول بننا چاہتا تھا۔

وہ کیلی گرافی میں کافی مہارت رکھتا تھا اکثر فارغ اوقات میں وہ حضرت محمد ﷺ کے

خوبصورت ناموں کی پینٹنگ بناتا تھا۔ اسے علامہ محمد اقبالؒ کی شاعری سے شغف تھا۔ وہ اکثر اوقات ان کے شعر گنگناتا تو احسن کیساتھ تمام کلاس فیلوز اسکا مذاق اڑاتے کہ انسان کی اگر آواز اچھی ناں ہو تو انسان کو گنگنانا نہیں چاہئے خوامخواہ میں بے چارے الفاظ بھی شرما جاتے ہونگے۔ وہ اس کی آواز کیسا تھا اس کی صورت پر بھی چوٹ کر جاتے۔ وہ بے چارا خاموش سا ہو جاتا۔ اس نے اپنے والد سے شکایت کی تو اس نے اسے پیار سے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''میرے بچے! خوبصورتی میں کیا رکھا ہے؟ اصل چیز تو خوب سیرتی ہے۔ حسن نے تو ڈھل جانا ہوتا ہے۔ زندہ رہتا ہے تو انسان کا اخلاق، اخلاق ہی انسان کے نام کو زندہ رکھتا ہے۔ کئی لوگ آئے اور چلے گئے۔ مگر جو لوگ آج بھی تاریخ میں زندہ ہیں تو صرف اپنے اچھے اخلاق و اوصاف کیوجہ سے اپنے کاموں اور کارناموں کیوجہ سے دنیا میں اچھے کام کرو گے تو مرنے کے بعد یاد رکھے جاؤ گے۔

میرے بچے! دلبرداشتہ نہ ہوا کرو! اللہ کی رضا میں راضی رہا کرو! کیا پتہ اللہ نے تمہیں ان سے کچھ زیادہ ہی عطاء کر رکھا ہو مگر تم غور نہیں کرتے۔''

سیف یہ سن کر لاجواب ہو گیا۔ اب اسے سمجھ آگیا تھا۔ انہی دنوں میں ایک خبر نے پوری دنیا کے مسلمانوں میں بے چینی پھیلا دی تھی۔ فرانس کے ایک وزیر نے نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کر دی۔ تمام عالم اسلام میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی تھی۔

ہر جگہ ہر ملک میں احتجاجی مظاہرے ہو رہے تھے۔ مسلمان اس کافر وزیر کا سر قلم کرنے کا مطالبہ کر رہے تھے۔ دوسری طرف دنیا کے تمام کافر اس کافر وزیر کی پشت پناہی کر رہے تھے۔ پاکستان میں بھی احتجاجی ریلیاں نکالی جا رہی تھیں۔ تمام سیاسی و مذہبی جماعتیں ایک پیج پر آچکی تھیں۔ فرانس کی اشیاء کا بائیکاٹ کیا جا رہا تھا۔ حکومت مصلحت سے کام لے رہی تھی۔ مظاہرین فرانس کے سفیر کو ملک بدر کرنے کا مطالبہ کر رہے تھے۔ مگر دوسری طرف حکومت نے فرانس کے سفیر کو بلا کر اپنا احتجاج ریکارڈ کروا کر گویا اپنا فرض پورا کر دیا تھا۔ گاؤں میں بھی بے چینی پھیلی ہوئی تھی تمام اسلامی ممالک بھی اپنا احتجاج ریکارڈ کروا کر اب مکمل خاموشی اختیار کر لی تھی گویا کہ وہ اپنا فرض پورا کر چکے تھے۔ منبر و مساجد میں بھی اسی موضوع پر بات ہو رہی تھی۔ جمعۃ المبارک کا خطبہ جاری تھا۔ پوری مسجد بھر چکی تھی۔ مولوی عبدالمتین اپنی دلسوز آواز میں خطبہ دے رہے تھے۔

(بقیہ صفحہ 78 پر)

حضرت مولانا محمد مسعود اظہر صاحب

ایک ضروری علم

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو ”حرام مال“ سے بچائے...... اور ہم سب کو ”رزق حلال“ وسعت اور برکت کے ساتھ نصیب فرمائے...... اچھا پہلے ایک بات بتائیں؟...... میں اور آپ مزید کتنے دن زندہ رہیں گے؟...... کچھ پتا نہیں، ہم تو ابھی بھی مر سکتے ہیں اور چند دنوں اور چند سالوں کے بعد بھی...... جب ہم مر جائیں گے تو ہماری تمام چیزیں پیچھے والوں میں تقسیم ہو جائیں گی...... پھر وہ بھی مر جائیں گے...... مکانات کی دیواریں ہر کچھ عرصہ بعد نئے لوگوں کی شکلیں دیکھتی ہیں...... اور پوچھتی ہیں کہ ہمارے بنانے والوں کا کیا بنا؟...... اب تو قبروں کے نشانات بھی جلدی مٹ جاتے ہیں...... زمینوں کے کاروبار نے زمین کو ظلم اور فساد سے بھر دیا ہے...... لوگ قبرستانوں پر تیزی سے قبضے کر رہے ہیں...... آہ! قبریں تک بک رہی ہیں اور اُن پر پلازے کھڑے ہو رہے ہیں...... دھوکے باز شیطان نے ہم سب کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے...... ایک صاحب کو بڑی کوٹھی کا بہت شوق تھا...... اس کی خاطر یورپ جا بسے...... خوب محنت کی اور مال کمایا...... جو کماتے وہ کوٹھی کو کھلا دیتے...... یعنی خود تو محنت کر کر کے ختم ہو رہے تھے اور اُن کا پیسہ اور خون کوٹھی کھا کر موٹی ہو رہی تھی...... پہلے زمین خریدی، پھر نقشہ بنوایا اور پھر تعمیر ہوتی رہی...... کوٹھی بن گئی اس پر چار کروڑ روپے خرچ ہوئے...... وہ وطن واپس آ کر کوٹھی دیکھنا چاہتے تھے کہ...... موت کے فرشتوں نے آواز لگائی...... اپنی جان ہمارے حوالے کرو...... وہ بے چارے مر گئے...... رشتہ دار بڑے وفادار تھے...... انہوں نے وفاداری دکھانے کے لئے

میّت کو خوب رسوا کیا...... پہلے تو اٹھا کر پاکستان لے آئے...... وہیں یورپ میں دفن کر دیتے تو اچھا ہوتا...... وہاں مسلمانوں کے الگ قبرستان موجود ہیں...... مگر رشتہ داروں نے تو وفاداری دکھانی تھی...... میّت کو بیرون ملک بھیجنے سے پہلے خوب کاٹا چیرا جاتا ہے...... پیٹ کاٹ کر آلائش نکال دیتے ہیں کہ جناب والا بدبودار نہ ہو جائیں......

آہ! اے انسان! کچھ تھوڑا تفکر کیا کر دیکھ تو سہی تیری اصلیت کیا ہے...... پھر پوسٹ مارٹم ہوتا ہے...... اُس میں اکثر کھوپڑی تک توڑتے ہیں...... ہتھوڑے کی زوردار ضرب سے سر کی ہڈی کے پیچ کھل جاتے ہیں...... پھر کئی بیماریوں کے ٹیسٹ ہوتے ہیں...... اور طرح طرح کی پاک ناپاک دوائیاں لاش میں بھری جاتی ہیں...... تب کہیں میت کو جہاز پر سوار کرنے کی اجازت ملتی ہے...... کوٹھی والے صاحب کو بھی رشتہ دار اٹھا کر لے آئے...... پہلے ایئر پورٹ، پھر ایمبولینس کا لمبا سفر...... پھر میت کو کوٹھی میں لا کر رکھا گیا...... اور پہیوں والے بیڈ پر لٹا کر پورے گھر میں گھمایا گیا کہ...... یہ لاؤنج ہے، یہ بیڈ روم اور یہ کچن وغیرہ...... اُس بیچارے کی روح کیا سوچ رہی ہو گی؟...... یہی کوٹھی مجھے کھا گئی...... آج وہ دوسروں کے لئے تیار ہے اور میں اسے چھوڑ کر ایک کچی کوٹھڑی میں جا رہا ہوں...... کاش یہی مال دین کے کاموں پر لگایا ہوتا...... سب سے افضل تو جہاد میں لگانا ہے...... قرآن وسنت میں جہاد پر مال خرچ کرنے کے اتنے فضائل ہیں کہ...... اگر اُن کو جمع کر دیا جائے تو ایک پوری کتاب بن جائے...... میری دعاء ہے کہ ایسی کتاب ضرور بن جائے تا کہ میرا اور آپ کا بھلا ہو اور ہمارا کچھ مال ہمارے لئے قیمتی بن جائے...... اسی طرح مساجد بنانا، مدارس بنانا...... والدین کی خدمت کرنا...... غریبوں، مسکینوں اور یتیموں پر خرچ کرنا...... نیکی کے بہت سے راستے ہیں جن میں انسان اپنا مال لگا کر اس مال کو اپنے لئے محفوظ کر سکتا ہے...... دنیا میں تو شاید چند دن، چند مہینے یا چند سال رہنا ہے...... مگر آخرت تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے...... پہلے معلوم نہیں کتنا عرصہ برزخ میں رہنا ہوگا اور پھر قیامت کا صُور پھونک دیا جائے گا...... ہم میں سے کوئی بھی موت سے نہیں بچ سکتا...... نہ کوٹھی والا، نہ کوٹھڑی والا...... قابل رحم ہیں وہ لوگ جو صبح سے شام تک پیسہ کماتے ہیں...... اور جب کچھ کما لیتے ہیں تو فوراً اُن کا یہ مال کوئی دوسرا کاروبار کھا جاتا ہے...... یوں بلڈنگیں مضبوط ہوتی جاتی ہیں اور ان کی ہڈیاں کمزور ہوتی جاتی ہیں...... اور بالآخر موت کا بلاوا آجاتا ہے......

عجیب آفت دیکھیں کہ...... ایک آدمی دس کروڑ کے اثاثے چھوڑ کر مرتا ہے مگر اُس نے حج ادا نہیں کیا ہوتا...... حالانکہ آج کل حج ڈھائی سے تین لاکھ کے درمیان ادا ہو جاتا ہے...... اور

مال کا حرص دیکھیں کہ ایک آدمی دس کروڑ کے اثاثے چھوڑ کر مر جاتا ہے...... اور بعد میں پتہ چلتا ہے کہ اس پر اتنے لاکھ روپے قرضہ تھا اور وہ اس قرضے کو ادا کئے بغیر چلا گیا...... کیا ایک مسلمان ہاتھ میں مال ہونے کے بعد بھی اپنے ذمہ قرضہ چھوڑ سکتا ہے؟...... یقیناً ایک منٹ بھی نہیں...... قرضے کے بارے میں جو وعیدیں آئی ہیں اُن کو دیکھ کر...... کوئی مسلمان ایک منٹ کی تاخیر بھی برداشت نہیں کرتا...... وہ چاہتا ہے کہ بس میرے ہاتھ میں پیسہ آئے اور میرا قرضہ اترے...... قرضہ اترے گا تو روح کو سکون ملے گا...... روح کو آزادی ملے گی...... مال میں برکت ہوگی، عمر اور صحت میں برکت ہوگی...... اور معلوم نہیں کیا کچھ فوائد ملیں گے...... ایک آدمی کے پاس کروڑوں روپے موجود ہوتے ہیں مگر وہ قرضہ نہیں اُتارتا کہ...... میرے پیسے میں کمی نہ ہو جائے...... بس شوق ہے کہ میرے پاس زیادہ سے زیادہ مال ہو...... نہ کھانے کا، نہ پینے کا، نہ کسی اور استعمال کا...... بس نوٹ زیادہ ہوں اور میں گن گن کر مزے لیتا رہوں...... انا للہ وانا الیہ راجعون...... یا اللہ ایسی خوفناک اور شرمناک کیفیت سے میری اور میرے اہل خانہ اور ساتھیوں کی حفاظت فرما...... اور ہر مسلمان کی اس کیفیت سے حفاظت فرما......

اے اللہ کے بندو! یہ نعمت نہیں عذاب ہے...... درد ہے، مصیبت ہے اور خواہ مخواہ کی اذیت ہے...... اللہ پاک پیسہ دے تو آدمی اچھا کھائے، اچھا پہنے...... کوئی حرج نہیں...... اچھی رہائش اختیار کرے...... کوئی حرج نہیں...... مگر حج فرض بھی ادا کرے...... والدین اور غریب اقرباء کا بھی خیال رکھے...... جہاد میں ضرور مال لگائے تاکہ فرض جہاد کی مال سے ادائیگی ہوتی رہے...... اور بھی نیکی کے اچھے اچھے کام کرے...... کبھی کسی سے مال کی محبت دل میں کم ہونے کا علاج بھی پوچھ لیا کرے...... اگر مال کی ضرورت نہ ہو تو فضول کاروبار نہ بڑھائے...... اپنی عبادت اور آرام کا خیال رکھے...... یہ عجیب بات ہے کہ روزآنہ دو سو روپے کمانے والا مزدور اپنے بچوں کے ساتھ بیٹھ کر ٹھاٹھ سے کھانا کھاتا ہے...... اور ڈکار بالجہر لے کر پورے محلّے کو لرزاتا ہے...... جبکہ روزآنہ دو لاکھ کمانے والا ایک ہاتھ میں موبائل پکڑے...... جلدی جلدی اپنی کُرسی پر برگر نگلنے کی کوشش کر رہا ہوتا ہے...... اللہ کے بندو! مال کی خاطر اپنے سکون کو برباد نہ کرو...... اگر آپ کی ضروریات پوری ہیں اور آپ کو ایک ایسا کاروبار مل رہا ہے جس میں روزآنہ دو لاکھ کی بچت ہو...... مگر اس میں آپ کی دو رکعت نماز یا ایک گھنٹہ نیند کا نقصان ہو تو ایسے کاروبار کو ہاتھ بھی نہ لگاؤ...... دو رکعت تو کروڑوں روپے سے قیمتی ہے...... اور ایک گھنٹہ نیند سے جسم کو جو سکون ملتا ہے وہ تین

لاکھ کی دوائیاں کھانے سے بھی نہیں ملتا...... ہاں اگر کوئی دین کی خاطر کماتا ہے اور دین پر زیادہ مال لگاتا ہے...... اور نیا کاروبار بھی خالصتاً دین کے لئے کر رہا ہے تو پھر...... ایسا کاروبار دو رکعت نفل اور ایک گھنٹہ آرام سے بہت قیمتی ہے......

اور ہر آدمی خود اپنی نیت کو خوب جانتا ہے...... بات کچھ دور نکل گئی...... ہم سب مسلمانوں پر لازم ہے کہ ہم ''حرام مال'' سے بچیں...... حرام مال دنیا ہی میں جہنم کی ٹکٹ ہے...... یا اللہ ہم سب پر رحم فرما......

حرام مال سے نہ تو صدقہ قبول ہوتا ہے اور نہ کوئی نیکی...... حرام مال سے کوئی حج کرنے جائے تو وہ بھی قبول نہیں ہوتا...... اور نہ ہی حرام مال میں کسی مسلمان کے لئے کوئی برکت ہوتی ہے...... اور جو شخص مرنے کے بعد حرام مال پیچھے چھوڑ جائے گا تو وہ اُس کے لئے جہنم کا توشہ ہوگا......

مسند احمد کی روایت ہے کہ...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا......

''جو بندہ حرام مال کماتا ہے پھر اس میں سے صدقہ کرتا ہے تو اُس کا صدقہ قبول نہیں ہوتا...... اور نہ اُس کے لئے اس میں برکت ہوتی ہے اور جب وہ اس مال کو اپنے پیچھے چھوڑ جاتا ہے تو وہ اس کے لئے جہنم کا توشہ ہوتا ہے''...... (مسند احمد، شرح السنہ)

دشمنان اسلام نے دنیا کا معاشی نظام اس طرح کا بنا دیا ہے کہ...... اس میں سود کی لعنت شامل ہوگئی ہے...... اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو جہاد کی توفیق عطاء فرمائے تاکہ وہ کفریہ نظام کو توڑ کر اسلام کے حلال معاشی نظام کو نافذ کر سکیں...... فی الحال تو مسلمانوں کے لئے اتنا ضروری ہے کہ...... وہ اپنی استطاعت کے مطابق سود اور حرام سے بچیں اور جان بوجھ کر خود کو ان عظیم اور مہلک گناہوں میں نہ ڈالیں...... ٹی وی، نیٹ اور اخبارات کے کمرشل اشتہارات اسی لئے ہوتے ہیں کہ...... لوگوں میں مال کی لالچ، حرص اور ضرورت زیادہ ہو جائے......

جب انسان میں یہ کیفیت پیدا ہوتی ہے تو وہ زیادہ مال کی خاطر حرام میں منہ ڈالتا ہے...... اور جب کسی کے منہ کو حرام لگ جائے تو وہ جہاد کے قابل نہیں رہتا...... قرآن پاک میں بھی اس طرف اشارہ موجود ہے کہ حرام کھانے سے مسلمانوں کا جذبہ جہاد کمزور ہوتا ہے...... جب مسلمان جہاد نہیں کرتے تو کفار کو اپنی طاقت بڑھانے اور حکومت پھیلانے کا کھلا موقع ملتا ہے...... اسی طرح دنیاداری میں زیادہ پڑنے سے بھی انسان کا جذبہ شجاعت کمزور ہو جاتا ہے......

علماء کرام کو چاہیئے کہ تاجروں اور چیمبر آف کامرس کے اراکین کو جمع کر کے...... انہیں ''حبّ دنیا'' کا علاج سمجھایا کریں...... یہ دنیا ملعونہ ہے اور اس سے محبت کرنے والے ہمیشہ دھوکا اور نقصان اٹھاتے ہیں...... ان تاجروں کو سمجھایا جائے کہ...... موت کی فکر کریں، اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق اپنے اندر پیدا کریں...... اور ''وہن'' سے بچیں......

''وہن'' کے معنیٰ آقامدنی ﷺ نے بیان فرمائے ہیں دنیا کی محبت...... اور موت سے نفرت...... جو شخص دنیا سے محبت کرے گا اور موت سے نفرت رکھے گا وہ ''وہن'' نامی موذی بیماری میں مبتلا ہو جائے گا...... اور جب یہ بیماری اکثر مسلمانوں میں پھیل جائے گی تو اُن کا رعب اُن کے دشمنوں کے دلوں سے نکل جائے گا...... اور دنیا بھر کے کفار ان پر غالب ہونا شروع ہو جائیں گے...... ''حرام مال'' کئی طریقے کا ہے...... ایک عام طریقہ جس نے ہمارے معاشرے میں جڑیں پکڑ لی ہیں وہ یہ ہے کہ...... میت کی میراث ٹھیک طرح تقسیم نہیں کی جاتی......

سبحان اللہ! جس مسئلے پر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی کئی آیات اُتاریں...... اور جس پر عمل کرنے کی اللہ پاک نے خود ترغیب دی...... اور جناب رسول اللہ ﷺ نے اُمت کو تاکید سے فرمایا کہ...... علم میراث کو سیکھ لو یہ آدھا علم ہے...... یعنی تمام علوم کو اگر دو حصوں میں تقسیم کیا جائے تو اس میں سے آدھا علم...... یہ علم میراث ہے اور دیگر تمام علوم باقی آدھا علم ہیں...... مگر افسوس کہ اکثر مسلمان میراث کے بنیادی علم سے ہی واقف نہیں ہیں...... حالانکہ یہ حلال، حرام کا مسئلہ ہے...... یہ یتیموں کے مال کا مسئلہ ہے...... اور یتیموں کا مال ناحق کھانا قرآن مجید کی رو سے جہنم کی آگ کھانا ہے...... انشاء اللہ بندہ...... اپنے اگلے کالم میں کوشش کرے گا کہ...... عام فہم اور آسان الفاظ میں...... اس علم کے ضروری مسئلے آپ سب کی خدمت میں عرض کر دے...... ممکن ہے کسی کو عمل کی توفیق مل جائے...... ایک طرف شریعت کا یہ حکم ہے کہ مرنے والے کی جیب میں اگر ایک الائچی کا دانہ ہو...... اور مرنے والی عورت کی ملکیت میں ایک سوئی اور دھاگہ ہو تو اس میں بھی میراث جاری ہوگی...... یعنی ورثاء کے ذمہ لازم ہو گا کہ وہ ان چیزوں کو شریعت کے بیان فرمودہ طریقے کے مطابق تقسیم کریں...... دوسری طرف مسلمانوں میں اتنی غفلت ہے کہ اب میراث کے شرعی مسائل کو عیب سمجھنے لگے ہیں...... اگر کسی مرنے والے کی میراث فوراً تقسیم کی جائے تو پیچھے والے کہتے ہیں...... ابھی اُس کا کفن میلا نہیں ہوا اور وارثوں نے اُس کے مال پر ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیئے...... اسی طرح کئی لوگ میراث تقسیم کرنے کو عیب سمجھتے ہیں اور یوں حرام مال کا ایک سلسلہ چل نکلتا ہے...... یا اللہ میری اور تمام اہل اسلام کی ''حرام مال'' سے حفاظت فرما اور ہم سب کو ''رزق حلال'' وسعت اور برکت کے ساتھ نصیب فرما......

آمین یا ارحم الراحمین

اللھم صل علیٰ سیدنا محمد صاحب العلم و القرآن و علی اله و صحبه و بارک و سلم تسلیما کثیرا کثیرا کثیرا

سائرہ شاہد

ننھا سپاہی

یہ گھر بیت المقدس سے ایک کلو میٹر کے فاصلے پر تھا جہاں باقی مسلمان بھی آباد تھے۔ ان گھروں میں سے ہر ایک گھر کے کچھ لوگ اسرائیل کے ظلم و ستم کا نشانہ بننے کے بعد خون میں رنگ کر جنت کے سفر پر روانہ ہو چکے تھے۔

ایک چھوٹے سے گھر کے احاطے میں دو بچے اپنے بابا کے ساتھ لاڈ کرنے میں مصروف تھے۔ تین سالہ بچہ بابا کے کندھے پر چڑھا جھولے لے رہا تھا جبکہ پانچ سالہ بچہ بابا کی گود میں سر رکھے مسکرا رہا تھا۔

اسے بابا کا مسکراتا ہوا چہرہ دیکھنا بہت پسند تھا۔ اس لیے وہ چھوٹے بھائی کے ساتھ کھیل میں شامل نہیں ہوا بلکہ بابا کی گود میں لیٹے ہوئے انہیں دیکھنے میں مصروف تھا۔ کچھ دیر کھیلنے کے بعد چھوٹا بچہ کندھے سے اترا اور بابا کے بال پکڑے۔

”آ۔۔آ۔۔آ۔۔“

بابا نے ڈرنے کی اداکاری کی تو بچہ زور سے کھلکھلایا۔ اس نے خوش ہوتے ہوئے دوبارہ بابا کے بالوں کو جکڑا تو بڑا بچہ تڑپ کر اٹھا، اس اپنے بھائی کو کھینچ کر پیچھے کیا اور خطرناک تیور لیے ہوئے بولا۔

”میرے بابا کو کچھ مت کہو، ورنہ۔۔۔“

اس کا سخت رویہ دیکھ کر بابا نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو فوراً بچے کے تاثرات نرم ہوئے اور وہ بابا کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔ بابا نے

اسے اپنے قریب کر کے گلے سے لگایا اور ایک ہاتھ سے چھوٹے بچے کو بھی تھام کر آگے کیا۔ انھوں نے اُن دونوں سے خوب پیار کیا اور دل میں آنے والے خدشات اُن کی آنکھوں میں اتر گئے۔ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہوئیں لیکن انھوں نے جلدی سے آنسو پونچھ ڈالے تاکہ بڑا بچہ اپنے بابا کو روتے دیکھ کر پریشان نہ ہو جائے۔

"آپ سب یہاں بیٹھے ہیں اور میں ناشتے کے لیے سب کا انتظار کر رہی ہوں"

بچوں کی امی نے احاطے میں آ کر کہا تو بابا اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے دونوں بچوں کی انگلیاں تھام کر گھر کے اندر کی طرف چل دیے۔

یہ گھر بیت المقدس سے ایک کلومیٹر کے فاصلے پر تھا جہاں باقی مسلمان بھی آباد تھے۔ ان گھروں میں سے ہر ایک گھر کے کچھ لوگ اسرائیل کے ظلم وستم کا نشانہ بننے کے بعد خون میں رنگ کر جنت کے سفر پر روانہ ہو چکے تھے۔

"علیان! آج آپ بابا کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے نہیں جا رہے؟"

نماز سے کچھ دیر پہلے ماں نے بڑے بچے سے مخاطب ہو کر کہا جو نہانے کے بعد نماز کی تیاری میں مصروف تھا۔ ماں کی بات سن کر علیان نے ایک جھٹکے سے سر اٹھایا اور بابا کی جانب دیکھا جو اسے اپنی طرف دیکھتا پا کر دوسری طرف دیکھنے لگے۔

"بابا! میں آپ کے ساتھ جاؤں گا، آپ امی سے کہیے نا۔"

علیان نے بابا کے پاس آ کر کہا تو وہ ہمیشہ کی طرح خاموش ہو گئے۔ القدس کے حالات کی وجہ سے وہ نہیں چاہتے تھے کہ علیان گھر سے باہر نکلے اِس لیے اُنھوں نے امی سے کہا کہ وہ علیان کو روکیں مگر علیان نے بابا سے بات کی جسے وہ ٹال نہیں سکتے تھے۔ چھوٹے بچے عدنان نے بھی بابا کا ہاتھ پکڑا لیکن امی نے اسے گود میں اٹھا لیا۔ بابا نے عدنان سے خوب پیار کیا اور امی نے علیان کو دعاؤں کے حصار میں روانہ کیا۔ وہ گھر سے نکلے تو امی کو بے چینی نے گھیر لیا لیکن یہ بے چینی اب ان کی زندگیوں کا حصہ تھی۔

"بابا! آج امی مجھے کیوں نہیں آنے دے رہی تھیں؟"

علیان نے راستے میں سوال کیا تو بابا مسکرائے اور جواب دیا۔

"کیونکہ وہ آپ کو دور نہیں بھیجنا چاہتی تھیں"

"لیکن بابا! مجھے ہمیشہ آپ کے ساتھ رہنا ہے۔"

علیان نے مضبوطی سے بابا کا ہاتھ تھاما جیسے اسے ڈر ہو کہ بابا اُسے واپس گھر چھوڑ آئیں گے۔

وہ باتیں کرتے ہوئے بیت المقدس پہنچے جہاں سفید کپڑوں میں ملبوس کئی نمازی موجود تھے۔ اُن باپ بیٹے نے بھی نماز کی نیت باندھی اور خشوع وخضوع سے نماز پڑھنے لگے۔

تھوڑی ہی دیر گزری تھی بیت المقدس کی فضاء بے انتہا شور سے گونج اٹھی۔

بابا نے علیان کو گود میں بھرا اور دروازے کے پیچھے رکنے کا حکم دیا۔سب نمازیوں میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی اور اسرائیلی فوجی اندھا دھند فائرنگ کرتے ہوئے بیت المقدس میں داخل ہو گئے۔

علیان نے بابا کے چہرے پر خوف کا سایہ دیکھا تو وہ تڑپ کر آگے آنے لگا لیکن بابا کا نفی میں ہلتا سر دیکھ کر دوبارہ دروازے کی اوٹ میں چھپ گیا۔کئی نمازی گولیوں کا نشانہ بن کر اپنے سفید کپڑوں کو سرخ خون سے رنگتے ہوئے جنت کی طرف سفر کر گئے اور کچھ لوگوں کے بالوں کو اسرائیلی فوج نے جکڑ رکھا تھا۔

ایک فوجی علیان کے بابا کی جانب لپکا اور ان کی گردن دبوچتے ہوئے بندوق کی نال سر پر مارنے ہی لگا تھا کہ اس کی چیخ بلند ہوئی۔

علیان نے اپنے ننھے تیز دانتوں سے اس ظالم کی ٹانگ پر کاٹ کر اس کا خون نکال دیا تھا۔وہ غیظ و غضب کے عالم میں پیچھے مڑا اور ننھے سے بچے کی بے خوف آنکھیں دیکھ کر ایک لمحے کو سٹپٹا گیا۔

”میرے بابا کو کیوں مارا؟“

علیان نے آنکھوں میں خون اتار کر غصے سے سوال کیا تو فوجی نے اس کے بابا کی طرف دیکھا اور طنزیہ ہنستے ہوئے بندوق کی نال سیدھی کی۔وہ علیان پر نشانہ باندھنے ہی لگا تھا کہ اس کے بابا نے اس ظالم کی کمر پر مکوں اور گھونسوں کی برسات کر دی۔

علیان نے بھی بابا کا ساتھ دیا اور دونوں باپ بیٹے نے مل کر اس کی بندوق چھین لی۔انھوں نے کچھ ہی دیر میں اس اسرائیلی کو اسی کی بندوق کی گولیوں سے چھلنی کر کے جہنم بھیج دیا۔

ننھے سپاہی نے جو کارنامہ سرانجام دیا وہ اسرائیلی فوجیوں کا دل دہلانے کے لیے کافی تھا۔علیان نے جیسے ہی مسکرا کر بابا کو گلے لگایا۔ایک ظالم گولی علیان کی گردن سے ہوتی ہوئی اس کے بابا کی گردن میں پیوست ہو گئی۔دونوں باپ بیٹے کی گردنوں سے خون کے فوارے پھوٹ پڑے اور وہ دونوں خون میں لت پت ہو گئے۔بابا نے بلند آواز میں کلمہ شہادت پڑھا تو علیان نے بھی ان کے پیچھے دہرایا۔

”اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ

و اشھد ان محمد عبدہ و رسولہ“

ایک آسودہ مسکراہٹ نے ان کے چہروں کا احاطہ کیا تو ان کی روحیں جنت کے سفر پر روانہ ہو گئیں۔القدس کے باسی ہونے کی وجہ سے شہادت ان کا مقدر تھی لیکن ایک ظالم کو جہنم واصل کرنے کے بعد دونوں باپ بیٹے کا ایک ہی پل میں شہید ہونا ان دونوں کے لیے سکون کا باعث تھا۔

❀❀❀

نیا زاویہ

بیٹا! وہ بھی تو دن میں پانچ بار تمہیں اپنے گھر بلاتا ہے ،لیکن اس کے گھر جانا تو دور کی بات، تم اپنے گھر سے بھی اس کی پکار کا جواب تب دیتے ہو جب ملاقات کا وقت ختم ہونے میں کچھ ہی دیر باقی ہوتی ہے۔

عمر اپنے کمرے میں دنیا ومافیہا سے بے خبر کتابوں پر سر جھکائے پڑھنے میں مصروف تھا کہ اس کی امی کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

’’عمر بیٹا! میں ذرا یہ ساتھ والی نصرت آپا کے ہاں جا رہی ہوں، شام سے پہلے واپس آ جاؤں گی۔تمہارے لئے فریج میں تلے ہوئے کباب رکھ دیئے ہیں، اگر بھوک لگے تو گرم کر کے کھالینا۔اور ہاں! عصر وقت پر پڑھ لینا‘‘ امی عمر کو ہدایات دے کر جانے لگیں تو عمر نے مسکرا کر کہا۔

’’جی امی! آپ بے فکر ہو کر جائیں‘‘

❁❁❁

’’اسلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ‘‘ امی نصرت آپا کے گھر سے آنے کے بعد عمر کے کمرے میں آ گئیں تھیں۔

’’وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ و برکاتہ‘‘عمر نے جواب دیا تو امی بولیں۔

’’بیٹا! فریج میں کباب تو ویسے ہی پڑے ہیں، نہیں کھائے کیا؟‘‘

’’نہیں امی!‘‘

’’اور نماز پڑھ لی؟‘‘

بنتِ محمد اقبال

’’نہیں ۔وہ میں نے سوچا کہ یہ ایک باب ختم کر کے اٹھوں گا تو نماز بھی پڑھ لوں گا اور کچھ کھا بھی لوں گا‘‘

’’لیکن بیٹا! نماز کا وقت تو نکلا جا رہا ہے‘‘امی گھڑی کی طرف دیکھ کر بولیں۔

’’امی! بس یہ کام ختم ہو گیا ہے،اور ویسے بھی نماز قضا ہونے میں تو ابھی آدھا گھنٹہ ہے‘‘ عمر کتابیں بند کر کے وضو کرنے چلا گیا جبکہ امی سر پکڑ کر بولیں۔

’’مجال ہے جو یہ لڑکا کبھی وقت پر نماز پڑھ لے‘‘

❁❁❁

ہمیشہ کی طرح اس بار بھی عمر کے تمام پرچے بہت اچھے ہوئے ۔جب اس کا نتیجہ نکلا تو وہ جماعت میں اول آیا تھا۔

’’السلام علیکم !امی ی ی! یہ دیکھیں!‘‘ عمر جگمگ کرتی انعامی شیلڈ امی کی آنکھوں کے سامنے لہراتے ہوئے بولا۔

’’وعلیکم السلام! ماشاء اللہ! میرا بیٹا اول آیا ہے‘‘امی نے شیلڈ ہاتھ میں لے کر عمر کو پیار کیا۔

’’جی امی! ۔اور آپ کو پتا ہے سر سہیل نے اسی اعزاز میں آج شام چھ بجے مجھے اور ہماری جماعت کے دوم اور سوم آنے والے لڑکوں کو اپنے گھر چائے پر مدعو کیا ہے‘‘عمر فخر سے سینہ تان کر بولا تو امی ذہن پر زور دیتے ہوئے گویا ہوئیں۔

’’بیٹا! یہ سر سہیل تمہارے وہی استاد ہیں ناں جنہوں نے پچھلے سال تمہارے ابو کی نوکری چلے جانے پر تمہارے امتحان کی فیس جمع کرائی تھی؟‘‘

’’جی امی! وہی ہیں اور آپ کو پتا ہے،اس بار بھی ہمیشہ کی طرح انہوں نے میری تمام مضامین میں بہت مدد کی ہے ۔وہ بھی بلا معاوضہ‘‘

’’اللہ ان کو جزائے خیر دے! تم ضرور جانا اور ہاں! خالی ہاتھ نہ چلے جانا‘‘امی تاکیدی لہجے میں بولیں تو عمر نے مسکرا کر کہا۔

’’جی امی ضرور!لیکن فی الحال میں سونے جا رہا ہوں،چار بجے جگا دیجئے گا‘‘

’’ٹھیک ہے بیٹا! میں جگا دوں گی‘‘امی نے کہا تو عمر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

❁❁❁

چار بجے جب امی عمر کو جگانے کے لئے اپنے کمرے سے نکلیں تو اسے کپڑے استری کرتا دیکھ کر حیران رہ گئیں۔

’’ارے عمر! تم جاگ رہے ہو؟‘‘

’’جی امی!،میری آج خود بخود وقت پر آنکھ کھل گئی تھی‘‘

’’ہوں۔۔۔‘‘امی نے ہنکارہ بھرا۔شاید وہ گھوڑے بیچ کر سونے والے عمر کی ’خود بخود‘ آنکھ کھلنے پر حیران تھیں۔

’’امی! آپ میرے جوتے پالش کر دیں گی؟میں کپڑے استری کر کے تیار ہو رہا ہوں۔اگر جوتے پالش کروں گا تو دیر ہو جائے گی۔‘‘عمر نے ایک لمحے کو ہاتھ روک کر کہا۔

’’جوتے تو میں پالش کر دوں گی، بلکہ کپڑے بھی میں استری کر دیتی ہوں،لیکن بیٹا! ابھی تو صرف چار ہی بجے ہیں۔اتنی بھی کیا جلدی!‘‘

’’امی!میری تیاری میں چھ بج جانے ہیں۔ اور ویسے بھی میں چاہتا ہوں کہ بالکل وقت پر سر کے گھر پہنچ جاؤں تاکہ ان کو میرے انتظار کی زحمت نہ اٹھانی پڑے‘‘عمر یہ کہہ کر دوبارہ استری کرنے لگا جبکہ امی کچھ سوچ کر مسکرانے لگیں۔

’’بیٹا!تم اس سے پہلے بھی بہت سی دعوتوں پر گئے ہو،لیکن آج اپنے استاد کی دعوت پر ان کے گھر جانے کے لئے تم جتنا بے تاب ہو،اتنا بے تاب میں نے تمہیں کسی دعوت پر جانے کے لئے نہیں دیکھا۔اس کی کیا وجہ ہے؟‘‘امی کا سوال سن کر عمر مسکراتے ہوئے گویا ہوا۔اس کے ہاتھ بدستور استری کرنے میں مصروف تھے۔

’’امی!آپ کو تو پتا ہے کہ میں سر سہیل کو اپنا محسن سمجھتا ہوں،اور انسان کو ہمیشہ اپنے محسن کی قدر کرنی چاہیئے اور جب محسن خود اپنے گھر آنے کی دعوت دے تو میں سمجھتا ہوں کہ انسان کو سر کے بل چل کر اس کے پاس پہنچ جانا چاہیئے۔بس اسی لئے میں ان کے گھر وقت پر پہنچنا چاہتا ہوں۔‘‘

’’اچھا!یہ بتاؤ کہ اگر کسی کے تم پر تمہارے سر سہیل سے زیادہ احسانات ہوں تو کیا تم اس کی دعوت پر بھی بالکل صحیح وقت پر اس کے گھر پہنچنے کی کوشش کرو گے؟‘‘

’’بیشک امی!‘‘

’’مجھے نہیں لگتا!تمہارے قول و فعل میں تضاد ہے‘‘امی کی بات سن کر عمر نے ہاتھ یوں روک لیا جیسے کرنٹ لگ گیا ہو۔

’’کیا مطلب امی؟‘‘

’’مطلب یہ کہ تمہارے استاد سے کئی زیادہ احسانات تم پر اللہ تعالیٰ کے ہیں۔بلکہ اللہ میاں کے احسانات کا کسی ادنیٰ انسان کے احسانات سے مقابلہ کرنا بذات خود بہت بڑی احسان فراموشی ہوگی۔

اس کے احسانات کا تو یہ عالم ہے کہ اگر دنیا کے تمام درخت کاغذ اور تمام سمندر سیاہی بن کر اس

کے احسانات کی فہرست بنانے لگیں تو تمام کاغذ اور سیاہی ختم ہو جائیں گے لیکن اس کے احسانات کی فہرست ختم نہ ہو گی۔

بیٹا! وہ بھی تو دن میں پانچ بار تمہیں اپنے گھر بلاتا ہے لیکن اس کے گھر جانا تو دور کی بات، تم اپنے گھر سے بھی اس کی پکار کا جواب تب دیتے ہو جب ملاقات کا وقت ختم ہونے میں کچھ ہی دیر باقی ہوتی ہے۔

بیٹا!!! مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ تم اپنے استاد کو تو ایک دو منٹ کا انتظار نہیں کرانا چاہتے جبکہ وہ کریم رب گھنٹہ دو گھنٹہ تمہارا انتظار کرتا ہے، تب جا کر تم اس کی پکار کا جواب دیتے ہو۔ حالانکہ اسے نہ تمہاری ملاقات کی کوئی ضرورت ہے اور نہ ہی تمہارے انتظار سے اس کا کوئی نفع نقصان جڑا ہے۔ وہ کریم ذات تو ہم گناہگاروں کے فائدے کے لئے ہمیں اپنے گھر بلاتی ہے۔''

امی نے بات ختم کر کے عمر کے چہرے پر نظر ڈالی جس پر حیرت اور شرمندگی کے ملے جلے تاثرات تھے۔ اور پھر اس کے ہونٹوں میں جنبش ہوئی۔

''امی! میں نے تو کبھی اس زاویے سے سوچا ہی نہیں؟''

''میں نے بھی نہیں سوچا تھا، ابھی اپنے استاد کے گھر جانے کے لئے تمہاری تیاری دیکھ کر ہی میرے ذہن میں سوچ کا یہ نیا زاویہ ابھرا ہے'' امی بولیں تو عمران کا ہاتھ تھام کر گویا ہوا۔

''امی! میں وعدہ کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ! اب تمام نمازیں وقت پر ادا کروں گا''

''شاباش! یہ ہوئی ناں اچھے بچوں والی بات'' امی عمر کو پیار کر کے بولیں اور پھر اس کے جوتے پالش کرنے چلی گئیں جبکہ عمر دوبارہ استری کرنے لگا۔

❀❀❀

کوپن برائے ''وہ کون تھا؟''

نام: ....

ولدیت: ....

مکمل ایڈریس: ....

تعلیم: ....

جواب: ....

ہدایات: (انعام بذریعہ قرعہ اندازی دیا جائے گا اور ایک کوپن ایک ہی ساتھی کی طرف سے قبول کیا جائے گا اور جواب بغیر کوپن کے قبول نہیں کیا جائے گا)

ننھی سوچ

"مما!
آپ کہاں ہیں؟" شادل نے اسکول سے آتے ہی اپنی مما کو پکارا اور بیگ کو کندھے سے اتار کر صوفے پر رکھا۔

"بیٹا! کیا ہوا؟ آتے ہی شور مچانے لگے ہو" مما نے کچن میں کھانا پکاتے ہوئے کہا۔

"مما! آپ نے ابھی تک میرے سوالوں کے جواب نہیں دیے؟" شادل نے سر کو ہاتھ سے دباتے ہوئے کہا۔ وہ تین دن سے الجھن کا شکار تھا جس کی وجہ سے اس کا سر بہت درد کر رہا تھا۔

"چپ کر جاؤ! میں ویسے ہی پریشان ہوں اور ایک یہ تمہارے الٹے سیدھے سوالات۔ پتا نہیں تمہارے ذہن میں یہ باتیں کون ڈال رہا ہے۔ اسی لیے کہتی ہوں اپنے بڑوں اور بزرگوں سے ملا کرو تا کہ اپنے مذہب کے بارے میں معلومات ہو سکے۔ کہاں سے یہ باتیں سن کر آجاتے ہو۔ پھر الٹے سیدھے سوالوں میں الجھے رہتے ہو اگر تمہارے پاپا کو پتا چل گیا تو وہ تمہیں خوب ڈانٹیں گے"

اس کی مما نے غصے

ثوبیہ رمضان مغل

کرتے ہوئے کہا۔

❁❁❁

احمد نے مرزائی گھرانے میں آنکھ کھولی تھی۔وہ اپنے مما پاپا کی اکلوتی اولاد تھا۔اس کے ابو شہر کے بڑے بزنس مین تھے۔وہ چھٹی کلاس کا طالب علم تھا۔اس کے پاپا نے شہر کے دوسرے اسکول میں اس کا داخلہ کروادیا تھا لیکن وہ جب سے نئے اسکول میں آیا تھا۔اپنے نئے دوستوں کی باتیں اور اُن کا اپنے مذہب سے لگاؤ کا ذکر سن کر اس کے معصوم ذہن میں کئی سوال جنم لے رہے تھے جنہوں نے اسے پریشان کرڈالا تھا۔وہ اپنے سارے سوالوں کے جواب اپنی مما سے پوچھنا چاہتا تھا لیکن اس کی مما نے اسے ٹال دیا تھا۔

❁❁❁

حضرت محمد ﷺ کے بارے میں جوں جوں اس کی معلومات میں اضافہ ہورہا تھا۔اس کا دل یہ گواہی دینے لگا تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی گستاخِ رسول ہے۔ یہ سوچ آتے ہی ننھا دل کانپ اُٹھتا تھا کہ وہ بھی! اس سے آگے سوچنے کی ہمت جواب دے دیتی۔

❁❁❁

"بھیا! آپ کیا کررہے ہیں؟ جب سے اسکول سے آئیں ہیں کمرے سے باہر ہی نہیں آئے۔"

تانیہ نے اپنے بھیا جی کے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

عبداللہ جو دو گھنٹے سے مسلسل کام کرنے میں مصروف تھا۔اپنی چھوٹی بہنا کی آواز پر چونک اٹھا۔

" میں تقریر لکھ رہا ہوں کیونکہ میں نے تقریری مقابلے میں حصہ لیا ہے"

عبداللہ نے اپنی چھوٹی بہنا کو بتاتے اور سمجھاتے ہوئے کہا۔

وہ جب سے اسکول سے آیا تھا۔تقریر لکھنے میں مگن تھا۔ان کے اسکول میں ختم نبوت کے حوالے سے ایک بڑا پروگرام رکھا گیا تھا۔ بالا آخر تین گھنٹوں کی مسلسل محنت کے بعد وہ اپنی تقریر مکمل کرنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔

❁❁❁

عبداللہ صبح اسکول جاتے ہوئے بڑا خوش تھا۔سر کامران کے کلاس میں آتے ہی عبداللہ نے اپنی تقریر اُنہیں دکھائی۔

"بھئی واہ! عبداللہ تم نے تو کمال کردیا، بہت ہی بہترین لکھی ہے۔"

سر کامران صاحب نے اس کے کندھے پہ داد دیتے ہوئے کہا۔

"بہت شکریہ سر!" عبداللہ نے ادب سے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

"اچھا! اب اس کی اچھی سی تیاری بھی کرلو!" سر کامران نے کہا۔

"جی سر!" عبداللہ نے کہا۔

آج کلاس میں شادل بہت خاموش بیٹھا تھا۔ سب بچوں میں اسے اپنا آپ اجنبی لگ رہا تھا۔ بریک ٹائم میں وہ کلاس سے باہر آیا اور گراؤنڈ میں لگے درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ عبداللہ نے اسے درخت کے نیچے اکیلے بیٹھے دیکھا تو اس کے پاس چلا آیا۔

"کیا ہوا؟ خیریت تو ہے۔ آج تم بہت اداس ہو"

عبداللہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

شادل نے کلاس میں بھی اس سے آج کوئی بات نہیں کی تھی۔ عبداللہ کی روزانہ اس سے ہلکی پھلکی بات چیت ہوتی رہتی تھی۔

"نہیں! ایسی تو کوئی بات نہیں"

احمد نے اسے ٹالنا چاہا۔

"اچھا! اپنے اسکول میں ایک تقریب کا انعقاد کیا گیا ہے۔ جس کے اندر میں نے بھی تقریری مقابلے میں حصہ لیا ہے۔

تم ضرور شرکت کرنا پلیز!"

عبداللہ نے اس کو مناتے ہوئے ہوئے کہا۔

❁❁❁

پورا ہال بچوں سے بھرا ہوا تھا۔ اس عظیم وشان تقریب میں سب بچوں کے والدین کو بھی خاص طور پر مدعو کیا گیا تھا۔ تقریب کا آغاز باقاعدہ حمد باری تعالیٰ اور نعت رسول مقبول ﷺ سے کیا گیا۔ سر کامران صاحب نے عبداللہ کو اسٹیج پر بلایا، پورا ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔ ڈھیر ساری تالیوں سے استقبال کیا گیا۔

عبداللہ دھڑکتے دل سے درودِ پاک پڑھتے ہوئے اسٹیج کی سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ اس نے اپنے اساتذہ کرام کو سلام پیش کرنے بعد تقریر آغاز کیا:

''اس عظیم الشان تقریب کے انعقاد کا مقصد کائنات کے آخری پیغمبر، ختم الرسل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات اقدس کی صفات بیان کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت کے لیے نبوت کا سلسلہ جاری فرمایا۔ یہ سلسلہ حضرت آدم سے شروع ہوا، کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر تشریف لائے، مگر سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفی ﷺ کی ذاتِ عالی پر یہ سلسلہ پایہ تکمیل کو پہنچا۔ آپ ﷺ سے پہلے آنے والے انبیاء کرام علیہم السلام صرف نبوت اور رسالت ہی سے سرفراز فرمائے جاتے تھے جبکہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفی ﷺ کو نبوت اور ختم نبوت دونوں

سے سرفراز فرمایا گیا ہے۔

پیارے نبی ﷺ کی زندگی ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ اس پوری کائنات کی رونق و سجاوٹ پیارے نبی ﷺ ہی کے طفیل ہے۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے آخری نبی و رسول ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔"

عبداللہ کی خوبصورت آواز پورے ہال میں جذبہ ایمانی کو جگا رہی تھی۔

آنحضرت ﷺ نے حدیث مبارکہ میں اپنے خاتم النبیین ہونے کا واضع اعلان فرمایا:

میرے بعد میری امت میں 30 جھوٹے پیدا ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک کہے گا کہ میں نبی ہوں۔ لیکن میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (ترمذی حدیث نمبر 2219)

اس حدیث شریف میں واضح اعلان ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دعوی کرنے والا کذاب اور دجال ہے۔

جو ہمارے پاک پیغمبر نبی اطہر ﷺ کو آخری نبی نہیں مانتے بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنا نبی مانتے ہیں۔ وہ لوگ قادیانی اور کافر ہیں۔ یہ ہمارے اور ہمارے اسلام کے دشمن ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے پیارے رسول کریم ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا اور اسلام کو بحیثیت دین بھی مکمل کر دیا"

پورا ہال فرطِ جذبات سے معمور تھا۔ وہاں بیٹھے شادل کی آنکھوں سے آنسو موتی کی لڑی کی طرح گر رہے تھے۔ اس کا دل بُری طرح کپکپا رہا تھا۔ اس کو اپنے سوالوں کے جوابات مل گئے تھے۔ وہ ٹرانس کی کیفیت میں عبداللہ کے پاس اسٹیج پر جا پہنچا اور روتا ہوا اس کے گلے لگ گیا۔

"میں کچھ کہنا چاہتا ہوں" پھر ہلکی ہلکی سکیوں کی آواز فضا میں گونجنے لگی۔ ہال میں موجود سب لوگ حیرت سے شادل کو دیکھ رہے تھے۔ اس کے مما پاپا تڑپ اٹھے تھے۔ آخر کار کچھ توقف کے بعد شادل کہنا شروع کیا۔

"ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا"

تمام اساتذہ شادل کے بارے میں یہ جان کر حیران رہ گئے۔ اس پُر اثر تقریر نے اس کے مما پاپا کا دل بھی اسلام سے روشن کر دیا پھر پوری فضاء ختمِ نبوت زندہ باد کے نعرہ سے گونج اٹھی۔

❁❁❁

منزہ جمیل

''باجی! آپ کو پتا ہے اب
جب بھی مجھے چوٹ لگ جائے یا میں گر جاؤں تو میں نہیں روتا'' محمد جوش سے مجھے بتا رہا تھا۔

''اچھا ماشاء اللہ پر کیوں؟؟؟'' میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

''کیونکہ میں تو مجاہد اعظم ہوں اور مجاہد رویا نہیں کرتے۔ چاہے انہیں کتنی ہی بڑی چوٹ کیوں نہ لگے۔''

چار سالہ محمد کے منہ سے یہ بات سن کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔ محمد کے عزائم کا مجھے بہت اچھی طرح پتہ تھا۔

محمد میرا بھانجا ہے میری سب سے بڑی بہن کا بیٹا۔ جب محمد پیدا ہوا تو اس کی ماں نے اسی وقت اپنے رب سے یہ وعدہ کیا کہ اللہ تعالیٰ محمد تیرا ہے اسے تیری محبوب راہ میں لڑانے اور شہادت عظمیٰ پانے کے لئے تیار کر کے بڑا کرونگی۔ ان شاء اللہ اللہ کے فضل سے ہم سب کے دل جہاد کی محبت سے معمور ہیں۔ اس لئے محمد لوگ جب بھی ہمارے گھر آتے ہیں تو میں

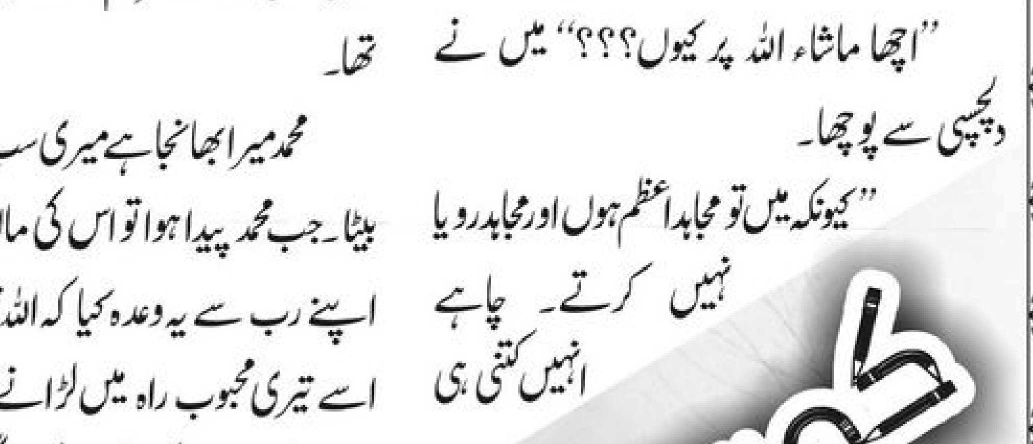

ان کو جہاد اور مجاہدین کے بارے میں بتاتی رہتی ہوں یہی کہ مجاہد کیسے ہوتے ہیں؟ ان کا مقصد کیا ہوتا ہے؟ ان کی زندگی کیسی ہوتی ہے؟ ان کا حلیہ کیسا ہوتا ہے؟ ان سب کوششوں اور باتوں کا اس پر کیا اثر ہوا؟

''میں جب بڑا ہو کر مجاہد بنوں گا تو میں بھی ان کی طرح لمبے بال رکھوں گا۔'' ایک دن محمد مجھے بتا رہا تھا۔

''ابھی سے کیوں نہیں رکھتے؟''

''وہ پاپا نہیں چھوڑتے جیسے ہی میرے بال ذرا سے لمبے ہو جاتے ہیں وہ کٹوا دیتے ہیں'' اس کی آنکھوں میں افسوس سی ابھری۔

''گل باجی! آپ ان کے بال لمبے کیوں نہیں ہونے دیتے؟ دیکھتے نہیں زید نے بھی لمبے بال رکھے ہیں کتنا اچھا لگ رہا ہے'' میں نے محمد کی ماں سے پوچھا۔ (زید کے بارے میں آگے میں بتاونگی)

''اصل میں تمہیں تو پتا ہے کہ لمبے بال میں یہ کتنا خوبصورت لگتا ہے پھر فوراً ہی کسی کی نظر لگ جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے تقریباً تین چار دن تو یہ بستر پر پڑا رہتا ہے۔'' گل باجی نے اصل وجہ بتائی۔ یہ سچ بھی ہے محمد سرخ سفید رنگت اور سبز آنکھوں والا خوبصورت بچہ ہے۔

ویسے ایک بات بتاؤں۔ کیا آپ نے کبھی نوٹ کیا ہے کہ جس کسی کو میرا رب اپنی راہ کے لئے چنتا ہے وہ باطنی خوبصورت کے ساتھ ظاہری خوبصورتی میں بھی کمال کا ہوتا ہے۔ میں نے بہت سے ایسے مجاہد خاص کر شہداء دیکھے ہیں جس کی خوبصورتی کی مجھے ثانی نہیں ملتی۔

بہر حال میری یہ بہن اکوڑ خٹک میں رہتی ہے اور تقریباً مہینے بعد ہمارے یہاں آتی ہے اور محمد کی عادت ہے کہ آتے ساتھ ہی سب سے پہلے ہمیں یہ بتانے لگتا ہے کہ اس دفعہ میں نے یہ ٹریننگ سیکھی اور اس دفعہ یہ۔ جب میں پوچھتی ہوں کہ کیا سیکھا ہے؟ تو فوراً سے زمین پہ قلابازیاں لگانے لگتا ہے کبھی ہوا میں لات مارتا ہے کبھی مکا کبھی ہاتھوں سے پستول بنا کر ادھر ادھر فائرنگ کرتا ہے۔

ایک دن مصباح (میرے سے دو سال چھوٹی بہن) مجھے بتا رہی تھی کہ محمد بتا رہا تھا آپی مجھے کافر بہت پسند ہیں۔

''اچھا! وہ کیوں؟'' مصباح نے حیرت سے پوچھا (بھئی ایک مجاہد کافروں کو کیسے پسند کر سکتا ہے حیرت تو بنتی ہے)

''کیونکہ میں انہیں ایسے مکے مارونگا ایسے لات مارونگا''

مصباح بے ساختہ مسکرائی۔

ویسے تو معصوم سا بچہ ہے۔ کافروں کو لات مارنے اور جان سے مارنے کے لئے اپنی پسند کی سند دے دی۔

ایک دن میں صحن میں آگ پر روٹی پکا رہی تھی شام کے وقت عائشہ،محمد اور سبحان (محمد کے بہن بھائی) میرے پاس بیٹھے تھے اور مجھ سے آٹا لے کر روٹیاں بنانے کی کوشش کم کر رہے تھے اور کھیل زیادہ رہے تھے۔

محمد کچھ دیر مجھے دیکھتا رہا پھر فوراً بولا کہ باجی! میں بھی ایک دن مجاہدین کے لئے روٹیاں پکاؤنگا۔

''ان شاء اللہ''میں نے مسکرا کر کہا۔

ایک دن میں فون پر گل باجی کے ساتھ باتیں کر رہی تھی پیچھے سے عائشہ و محمد کچھ بول رہے تھے۔

''یہ دونوں کیا کہہ رہے ہیں''میں نے پوچھا۔

''خود ہی سن لو!''اور فون ان دونوں کو تھما دیا۔

''باجی! ہم نے نیا ترانہ سیکھا ہے کیا آپ کو سنائیں؟''وہ دونوں یک زبان ہو کر بولے۔

''ہاں بالکل سناؤ!''(یہ گفتگو افغانستان کے فتح ہونے کے بعد کی ہے)

کابل مووگٹو کشمیرہ ستا نمبر پانے دے
لاخو لشکر د مولانا مسعود ازہر پاتے دے

ترجمہ: کابل کو فتح کیا اے کشمیر اب تمہارا نمبر ہے۔انشاءاللہ

ابھی تو امیر المجاہدین مولانا مسعود ازہر کا لشکر باقی ہے۔

گل باجی بتا رہی تھی کہ ایک دن عائشہ مجھ سے کہنے لگی، جب محمد بڑا ہو کر مجاہد بنے گا اور اللہ کی راہ میں شہید ہو جائے گا تو پھر تو وہ ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو جائے گا اور ہمیں وہ پھر کبھی نہیں ملے گا؟

گل کہہ رہی تھی کہ عائشہ کی بات سن کر میرے دل پہ ایک بوجھ سا آ گرا، واقعی پہاڑوں جیسا حوصلہ چاہیے کسی اپنے بہت پیارے کو خود سے خود ہی ہمیشہ کے لئے جدا کرنے کی،بس رب سے ایک ہی دعا ہے۔اللہ مجھے اس وعدے کو وفا کرنے کی توفیق اور استقامت عطا فرمائے۔(آمین)

محمد کی ایک بات جو مجھے سب سے زیادہ خوشی دیتی وہ یہ کہ میں جہاد کے لئے جاؤنگا لیکن باجی کو ساتھ لیکر جاؤنگا شاید اس لئے کہ ہمارے گھر میں وہ سب سے زیادہ مجھ سے نزدیک ہے۔ مجھے بھی وہ سارے بھانجے بھانجیوں میں سب سے زیادہ پیارا ہے اور میں اس سے جہاد کے بارے میں بھی باتیں کرتی ہوں۔اس کے شوق کو دیکھتے ہوئے ایک لکڑی کی دو دھاری تلوار بھی بنا کر دی تھی میری کوشش ہوتی ہے کہ اپنے سے وابستہ ہر چھوٹے کو جہاد کا مفہوم سمجھاؤں اور ان کے دلوں میں مجاہدین کی محبت ڈالتی رہوں اور الحمد للہ اس کوشش میں کسی حد تک کامیاب بھی ہوئی ہوں۔

میرے سب سے بڑی بہن جو ہماری

پڑوس میں رہتی ہے ان کا ایک بیٹا سعد اور سعد کے کزن صائمہ اور حسن جب ہاتھ لگ جائیں تو انہیں نرمی سے بٹھا کر کچھ نہ کچھ بتاتی رہتی ہوں۔

ایک دن ان تینوں کو اپنے پاس بٹھایا اور انہیں موبائل پر مجاہدین کی ٹریننگ کی ایک ویڈیو دکھانے لگی۔ ابھی تک تو صرف زبانی ہی بتاتی رہی تھی جیسے وہ بہت شوق اور دلچسپی سے سنا کرتے تھے اور مستقبل میں مجاہد بننے کا عزم بھی کرتے تھے۔ مگر آج ان کو اس تصوراتی زندگی کا ایک عملی پہلو دکھا رہی تھی۔

ویڈیو میں مجاہدین کبھی سنگلاخ پہاڑوں پر ننگے پیر دوڑتے ہوئے چڑھتے تھے، کبھی آگ کے سرکل کے درمیان سے چلانگ لگا کر گزرتے۔

میری چچازاد بہن کا ایک بیٹا ہے آفاق تقریباً دس سال کا، آفاق اپنی چھوٹی تین بہنوں اور ماں باپ کے ساتھ اسلام آباد میں رہتا ہے چونکہ والد صاحب کوئی بڑا آفیسر ہے اس لئے گھر کا ماحول تھوڑا سا آزاد ہے۔

یعنی ٹی وی، ڈرامے، فلم وغیرہ دیکھنے کی آزادی ہے۔ لیکن شکر ہے کہ آفاق کو ان چیزوں میں کچھ زیادہ دلچسپی نہیں ہے۔ اس کی پسندیدہ چیزیں عمارتوں کو پھلانگ کر بلندیوں پہ دوڑتے ہوئے چڑھنا، اونچائیوں سے کودنا اور ہاتھ میں گن لے کر دوڑتے ہوئے ادھر ادھر فائرنگ کرنا اس کے اسی شوق کا فائدہ اٹھا کر میں اکثر اسے کہتی ہوں، آفاق! تمہیں ویسے بھی سب کرنے کا شوق ہے تو کیوں نہ اپنے اس شوق کو اللہ کی راہ میں لڑ کر پورا کرو اپنے رب کے رضا کے لئے تمہارا شوق بھی پورا ہوگا اور اپنے رب کے محبوب بھی بن جاؤ گے۔

”اچھا جہاد میں یہ سب ہوتا ہے؟“ پہلی دفعہ جب میں نے اسے یہ سب بتا دیا تو اس نے حیرانی سے پوچھا۔

”ہاں ناں دیکھو یہ کافر جو ہیں یہ ہمارے رب، نبی ﷺ اور ہمارے اسلام کے دشمن ہیں ان کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ کسی طرح مسلمانوں کو کمزور سے کمزور کر دیں اور کسی طرح ان کے دین و ایمان کو برباد کر دیں؟ انہیں فتنوں اور سازشوں کی روک تھام کے لئے اور اپنے دین کی سربلندی کے لئے ہم پر جہاد کو فرض کر دیا گیا ہے، اس لئے مجاہدین ان کافروں سے نجات کے لئے ان سے لڑتے ہیں کیا تم نے کبھی ان کی ویڈیوز نہیں دیکھی؟“

وہ پوری انہماک سے میری بات سنتا رہا، پھر میں نے اسے کچھ ویڈیوز بھی دکھائی اور اب اللہ کی فضل سے وہ مجاہدین اسلام سے بہت محبت رکھتا ہے۔

(بقیہ صفحہ نمبر 73 پر)

گاموں میاں شغلی

عطاء السلام سحر

آٹھ دس بچوں کے ہاتھ میں جب سائیکل آئی تو انھوں نے مل کر خوب اس کی چھان بین کی۔ کچے پکے رستوں پر بھگا بھگا کر اس کی چین توڑ ڈالی۔ اب تھوڑے پریشان بھی ہوئے کہ گاموں تو نہیں چھوڑے گا

سائیکل خریدنا کوئی آسان بات نہ تھی۔ یہ اُن دنوں کی بات ہے جب سائیکل کسی رئیس کی نشانی ہوا کرتے تھے۔

گاموں کو بھی شوق چڑھا کہ ہم نے بھی سائیکل خریدنی ہے۔ وہ جب بھی کسی بات پر اڑ جاتے تو سمجھو اُسے پورا کر کے ہی چھوڑتے تھے۔

اُس وقت سائیکل قدرے مہنگی ہوا کرتی تھی۔ گاموں نے اپنی آمدن سے رقم بچا کر بالآخر ایک عدد خالص چائنہ میڈ فونیکس کمپنی کی سائیکل خریدی۔ وہ اُس کے ساتھ بڑی دھوم دھام سے گھر پہنچے۔ بچوں نے پُرجوش انداز میں اُن کا استقبال کیا۔ گاموں نے سائیکل کیا خریدی پورا جہان ہی خریدلیا۔

پورے علاقے میں اُن کی سائیکل کا ہی چرچا تھا۔ اُس پر لگی ہیڈلائٹ اُس کی خوب صورتی اور چاہت میں مزید اضافہ کرتی تھی۔ چونکہ اُس وقت جس کسی کے پاس بھی سائیکل ہوا کرتی تھی، وہ سہراب کمپنی کی ہوتی، اُن پر لائٹ کا نام ونشان تک نہ ہوتا تھا۔ مگر! گاموں تو ہمیشہ کچھ انوکھا کرنے کا ہی سوچتے تھے۔

❁❁❁

سائیکل کی صبح وشام خدمت کرنا وہ اپنا فرض سمجھتے تھے۔ گاؤں میں پکے راستے کم اور پگڈنڈیاں زیادہ ہوا کرتی ہیں۔

ہوا کچھ یوں کہ ایک دن گاموں کہیں جارہے تھے تو کسی نے چھیڑخانی کی۔

"گاموں یار!!! نئی سائیکل خریدی ہے، ہمیں بھی تو سیر کراؤ؟"

بس پھر کیا تھا، اُس کی شامت آ گئی۔ گاموں نے سائیکل سے اُتر کر

سائیکل کو پوری طاقت سے اوپر اُٹھایا اور پھر زمین پر دے مارا۔

"لو جی کر لو سیر!!! حرام خور کہیں نہیں جانے دیتے "ہونہہ!" غصے سے آگ بگولہ ہو گئے۔ چھیڑنے والے سے تو تکرار بھی ہوئی مگر!!! کسی نے بیچ میں آ کر بیچ بچاؤ کرا دیا۔

❀❀❀

ایک مرتبہ کسی کام کے سلسلے سے شہر جا رہے تھے، تازہ بارش ہوئی پڑی تھی اور پھر پگڈنڈی۔ سائیکل کا اگلا پہیہ پگڈنڈی پر سے کیا اُترا، سائیکل کو جو اول فول بکا وہ تو علیحدہ، لاتوں سے، مٹی کے پکے روڑوں سے اور بعد میں ساتھ پڑے ڈندے سے سائیکل کی خوب درگت بنائی۔

"اب بتا! پھر پگڈنڈی سے نیچے اُترے گی؟" سائیکل کو مخاطب کر کے کہا۔ اب بے چاری سائیکل کہاں بولنے والی تھی؟ خوب تن من ٹھار کر پھر سائیکل کو اُٹھایا اور چلتے بنے۔

❀❀❀

دوپہر کا وقت تھا۔ گرمی اپنے جوبن پر تھی۔ گاموں اپنے کمرے میں سوئے خوابِ خرگوش کے مزے لے رہے تھے۔ بچوں کو حرکت سوجھی، اُنھوں نے موقع سے فائدہ اُٹھا کر سائیکل کو گھر سے باہر نکالا اور چلتے بنے۔

آٹھ، دس بچوں کے ہاتھ میں جب سائیکل آئی تو اُنھوں نے مل کر خوب اُس کی چھان بین کی۔ کچے پکے رستوں پر بھگا بھگا کر اُس کی چین توڑ ڈالی۔ اب تھوڑے پریشان بھی ہوئے کہ گاموں تو نہیں چھوڑے گا۔

فیصلہ یہ ہوا کہ سائیکل بروقت گھر پہنچا کر راہِ فرار اختیار کی جائے۔

"یار بھاگتا جا، دیکھ آ کہ گاموں گھر میں سوئے ہوئے ہیں یا جاگ رہے ہیں؟" عامر نے عثمان سے ہانپتے ہوئے کہا۔

وہ بھاگتا ہوا گھر پہنچا۔ دروازے سے جھانک کر دیکھا تو گاموں سویا ہوا تھا۔ وہ بجلی کی طرح اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا اور خبر سنائی۔ سبھی بھاگتے ہوئے گھر پہنچے، سائیکل کو حویلی کے ایک کونے میں کھڑا کیا اور بھاگ نکلے۔

"خانہ خراب ہو اِن کمینوں کا، سائیکل کا تو ستیاناس کر دیا" گاموں نے سائیکل کا حشر دیکھ کر آنکھیں ملتے ہوئے غصے میں کہا، جو ابھی نیند سے جاگے تھے۔ جلدی سے باہر نکلے اور پورا علاقہ چھان مارا۔ کہیں سے بچوں کا نام و نشان تک نہ ملا۔

"اب تو بھاگ گئے ہیں آخر کو گھر واپس آئیں گے ہی ان کی خیر نہیں آج، ان کا میں وہی حشر کروں گا جو انھوں نے میری سائیکل کا کیا ہے۔" وہ غصے میں بڑبڑاتے ہوئے گھر واپس آئے۔

اب سارا غصہ سائیکل پر ٹھنڈا کرنے کے لیے ایک رسی ڈھونڈی اور پچھلے پہیے میں ڈال کر اُسے ایک درخت پر لٹکا دیا۔ ایک موٹا سا ڈنڈا لیا اور

سائیکل کی پٹائی کرنا شروع کر دی۔

”میں جو سویا ہوا تھا، تو اپنی مرضی کے ساتھ ان حرام خوروں کے ساتھ گئی کیوں تھی؟ بتا مجھے ۔۔۔ٹھاہ۔۔۔ٹھاہ۔۔۔ٹھاہ!“

بے چاری سائیکل پر ڈنڈوں کی بوچھاڑ کر دی۔گاموں سائیکل کو سبق سکھانے میں مصروف تھے اِسی دوران ان کی امی جان گھر میں داخل ہوئی تو جو منظر دیکھا اففف۔۔۔توبہ! توبہ! اُنھوں نے بیچ میں آ کر بیچ بچاؤ کرایا، ورنہ! سائیکل تو آج چُور چُور ہو جانی تھی۔اُنھوں نے اُسے سمجھا بُجھا کر ایک سائیڈ پر کیا اور پانی وغیرہ پلایا تب جا کر کہیں اُن کا غصہ ٹھنڈا ہوا۔

اِنہی کارگزاریوں کی وجہ سے سائیکل ہر ہفتے کاریگر کو دکھانا پڑتی تھی۔وہ ضروری مرمت وغیرہ کر دیا کرتا تھا۔

❁❁❁

کسی نے ان کے ذمے لگایا کہ اپنے گاؤں سے خالص دیسی انڈے تو لیتے آنا۔بڑی دھوم دھام سے انڈے سائیکل کے ہینڈل کے ساتھ لٹکائے بڑی تیزی کے ساتھ پگڈنڈی پر محوِ سفر تھے۔اِسی دوران کسی نے پیچھے سے آواز لگائی۔

”گاموں! بڑے انڈے شنڈے لے کر جا رہے ہو، ہمیں تو کبھی نہیں کھلائے، ہم آپ کے دشمن ہیں کیا؟“ بس پھر کیا تھا، فوراً بریک لگائی، سائیکل سے اُترے اور غصے میں آ کر اُسے جو اول فول بکا، توبہ! پھر انڈوں والا شاپر پورے زور سے گھما کر کھیتوں میں پھینک دیا اور ساتھ ہی سائیکل بھی کھیتوں میں اُلٹ دی۔

”وہ پڑے ہیں انڈے اور سائیکل! جاؤ اور جا کر اُٹھا لو، حرام خور کہیں کے۔کوئی چیز لے کر جانے نہ دینا“ انھوں نے غصے میں ہاتھ لہراتے ہوئے چلّانا شروع کر دیا۔مگر! چھیڑنے والا تو کب کا بھاگ چُکا تھا۔

❁❁❁

اُنہیں ایک جگری دوست کی دعوت پر جانا تھا۔بن ٹھن کر وہ گھر سے نکلے۔نہر کے کنارے اپنی سائیکل بھگائے جا رہے تھے۔ابھی وہ راستے میں ہی تھے تو زوردار بارش ہونا شروع ہوگئی۔چند میٹر تو سائیکل چلی، پھر اُس کے خاک دانوں میں کیچڑ پھنسنا شروع ہوگئی۔سائیکل کے پہیے جام ہو گئے۔بالآخر وہ رک گئی۔گاموں غصے میں لال پیلے ہو گئے کہ ایک تو بارش ہو رہی ہے اور کپڑے بھیگ چکے ہیں، دوسرا سائیکل رک گئی۔سائیکل کو ٹھڈے مارے، دو چار مرتبہ اچھال کر زمین پر بھی پٹخ دیا، مگر! آج اُن کا غصہ اپنے عروج پر تھا۔اُن کے منہ سے جھاگ نکل رہی تھی۔سائیکل کو کافی دیر تک تو کیچڑ میں ہی گھسیٹتے رہے پھر ساتھ بہتی نہر میں اُچھال پھینکا۔بس سائیکل کا قصور یہ تھا کہ وہ رک گئی تھی۔یوں گاموں کی سائیکل گاؤں والوں کی نظروں سے ہمیشہ کے لیے اوجھل ہوگئی۔

ایک عہد ساز دن کی داستان

مولانا محمد طارق نعمان

عقیدہ ختم نبوت دین کا بنیادی عقیدہ ہے اور اس پر اسلام کی پوری عمارت قائم ہے۔ عقیدہ ختم نبوت پر ایمان اور اس کا تحفظ دین کا لازمی اور بنیادی تقاضا ہے۔

قرآن مجید میں تقریبا 100 آیات اور 210 احادیث مبارکہ میں ختم نبوت کا ذکر پوری وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔

عقیدہ ختم نبوت انسانیت پر ایک احسان عظیم ہے۔ مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ قرآن کریم آخری آسمانی کتاب اور امت محمدیہ آخری امت ہے۔

امت کا اس بات پر بھی اجماع ہے کہ ختم نبوت کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں مسیلمہ کذاب، اسود عنسی اور سجاح بنت حارث نے بھی نبوت کا دعوی کیا مگر ذلت و رسوائی سے ہم کنار ہوئے۔ امت مسلمہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام تر عظمت و شان کے ساتھ تمام انبیاء اور رسولوں کا امام و سردار اور نبی آخر الزماں تسلیم کیا ہے۔

فتح بابِ نبوت پہ بے حد درود
ختم دورِ رسالتؐ پہ لاکھوں سلام

قادیانیت اسلام کے خلاف گھناؤنی سازش اور اعلانیہ بغاوت ہے۔ صلحائے امت اور علما و مشائخ نے متحد ہوکر ان باطل عقائد کی بیخ کنی کے لیے ہر محاذ پر ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور انہیں دندان شکن جواب دیا اور قرآن و حدیث کی روشنی میں ختم نبوت کا صحیح مفہوم اپنی تالیفات، تصانیف اور بیانات کے ذریعے واضح کرکے امت مسلمہ کی صحیح، فکری، علمی اور اعتقادی راہ نمائی کی اور جھوٹے مدعیان نبوت کی ناپاک سازشوں کو ناکام بنایا اور اس فتنے کو ہمیشہ کے لیے ختم کردیا۔

سات ستمبر 1974 کا دن ہماری قومی اور ملی تاریخ میں خاص اہمیت کا حامل ہے۔ اس دن مسلمانوں کے دیرینہ مطالبے پر اس وقت کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو جمہوری اور پارلیمانی بنیاد پر غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا تاریخ ساز فیصلہ کیا، جس میں قادیانیوں اور مرزائیوں کو مکمل طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تھا۔ یہ یادگار فیصلہ مسلمانوں کی طویل جدوجہد کا نتیجہ تھا۔ یہ فیصلہ یوں ہی بیٹھے بٹھائے نہیں کردیا گیا، بلکہ مکمل غور و خوض اور بحث و مباحثہ، سوال و جواب کے بعد ہر پہلو پر غور کرنے کے بعد کیا گیا جس کی صورت یہ ہوئی کہ 29 مئی 1974 کو ربوہ اسٹیشن پر قادیانی گماشتوں نے نشتر میڈیکل کالج کے طلباء کو زدوکوب کیا، جس کے نتیجے میں پورے ملک میں ایسی جاندار منظم مگر پر امن تحریک چلی کہ اس سے پہلے اس کی مثال نہیں ملتی۔ پوری قوم کراچی سے لیکر خیبر تک متحد تھی اور ایک آواز تھی ایک ہی مطالبہ تھا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ اس تحریک کے نتیجے میں حکومت مجبور ہوئی اور اس نے قومی اسمبلی کے تمام امور روک کر اسے ایک خصوصی کمیٹی کا درجہ دیتے ہوئے یہ مسئلہ اس کے سپرد کیا کہ اس پر مکمل غور و خوض کے بعد یہ کمیٹی اپنی سفارشات پیش کرے۔

قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلے پر بحث شروع ہوئی، قادیانی اور لاہوری گروپ دونوں نے اپنی خواہش اور درخواست پر اپنے محضر نامے قومی اسمبلی میں علیحدہ علیحدہ پیش کیے، ان کے جواب میں علماء اہلسنت نے بھی قادیانی فتنہ اور ملت اسلامیہ کا موقف کے نام سے اپنا تفصیلی موقف پیش کیا۔

لاہوری، قادیانی محضر نامے کا شق وار جواب کی سعادت مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث

ہزاروی ؒ اور حکیم ملت مولانا عبدالحکیم ہزاروی ؒ کے حصے میں آئی۔قادیانیوں کے خلیفہ مرزا ناصر احمد آف ربوہ نے بتاریخ 22 جولائی 1974 کو اپنی پارٹی سمیت پاکستان کی قومی اسمبلی کی کمیٹی کے سامنے 192 صفحات کا جو محضر نامہ پیش کیا اس کے جواب میں بطل حریت، محافظ ختم نبوت، مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی ؒ اور حکیم ملت حضرت مولانا عبد الحکیم ہزاروی ؒ کی طرف سے 260 صفحات پر مشتمل جواب محضر نامہ 30 اور 31 اگست 1974 کو مولانا عبدالحکیم ؒ نے مسلسل آٹھ گھنٹے تک کھڑے ہو کر اسمبلی کمیٹی (جو تمام ممبران قومی اسمبلی پر مشتمل تھی) کے سامنے پڑھا۔42 گھنٹے مرزا ناصر پر جرح ہوئی۔

لاہوری پارٹی کی طرف سے ان کے سربراہ مسٹر صدرالدین پیش ہوئے۔ 27،28 اگست کو ان کا بیان ہوا اور ان پر 7 گھنٹے جرح ہوئی۔صدر الدین چوں کہ کافی بوڑھا تھا، پوری طرح بات بھی سننے کی قوت نہیں رکھتا تھا، اس لیے اس کا بیان میاں عبد المنان عمر کے وسیلے سے ہوا۔گواہوں پر جرح اور ان سے سوالات کے لیے اس وقت کے اٹارنی جنرل جناب یحیی بختیار کو متعین کیا گیا انھوں نے پوری قومی اسمبلی کی اس سلسلے میں معاونت کی اور بڑی محنت و جاں فشانی سے اپنی ذمہ داری کو نبھایا۔

قومی اسمبلی کے ممبران اپنے سوالات لکھ کر اٹارنی جنرل صاحب کو دیتے اور وہ سوالات کرتے تھے۔اس سلسلے میں مفتی محمود ؒ، مولانا ظفر احمد انصاری اور دیگر حضرات نے اٹارنی جنرل کی معاونت کی۔

بالآخر پوری جرح، بیانات اور غور و خوض کے بعد قومی اسمبلی کی اس خصوصی کمیٹی نے اپنی رپورٹ وزیر اعظم کو پیش کی۔وزیر اعظم پہلے ہی فیصلے کے لیے 7 ستمبر کی تاریخ طے کر چکے تھے، چنانچہ 7 ستمبر کو قومی اسمبلی کا اجلاس ہوا، جس میں خصوصی کمیٹی کی سفارشات پیش کی گئیں اور آئین میں ترمیمی بل پیش کیا گیا۔

وزیر قانون نے اس پر مختصر روشنی ڈالی، اس کے بعد وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے تقریر کی۔تقریر کے بعد بل کی خواندگی کا مرحلہ شروع ہوا اور وزیر قانون نے بل منظوری کے لیے ایوان کے سامنے پیش کر دیا تاکہ ہر رکن قومی اسمبلی اس پر تائید یا مخالفت میں رائے دے۔

رائے شماری کے بعد اسپیکر قومی اسمبلی نے پانچ بج کر باون منٹ پر اعلان کیا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی آئینی ترمیم کے حق میں ایک سو تیس ووٹ آئے ہیں، جبکہ مخالفت میں ایک ووٹ بھی نہیں ڈالا گیا، اس طرح قومی

اسمبلی میں یہ آئینی ترمیمی اتفاق رائے سے منظور کرلیا گیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے کفریہ عقائد و نظریات اور ملحدانہ خیالات سامنے آئے تو علماء کرام نے اس کا بھرپور تعاقب کیا اور اس کے مقابلہ میں میدان عمل میں نکلے۔ مرزا قادیانی کے فتنہ سے نمٹنے کیلئے انفرادی اور اجتماعی سطح پر جو کوششیں کی گئیں ان میں بڑا اہم کردار علما دیوبند کا ہے، بالخصوص حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور امیر شریعت سید عطا اللہ شاہ بخاریؒ کی خدمات اور مساعی اس سلسلہ میں امت مسلمہ کے ایمان کے تحفظ و بقا کا سبب ہیں۔

علامہ سید انور شاہ کشمیری گویا کہ اس فتنہ کے خاتمے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور تھے اس فتنے کے لئے وہ ہمیشہ بے چین و بے قرار رہتے۔

خدماتِ تحفظ عقیدہ ختم نبوت
امام العصر مولانا انور شاہ کاشمیریؒ

امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کاشمیریؒ نے خود بھی اس موضوع پر گرانقدر کتابیں تصنیف کیں بعد میں اپنے شاگردوں کو بھی اس کام میں لگایا۔ جن میں مولانا بدر عالم میرٹھیؒ، مولانا مرتضی حسن چاند پوریؒ، مولانا مناظر احسن گیلانیؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا محمد یوسف بنوریؒ، مولانا محمد منظور نعمانیؒ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

جدید طبقہ تک اپنی آواز پہنچانے کے لئے مولانا ظفر علی خانؒ اور علامہ محمد اقبالؒ کو تیار و آمادہ کیا۔ امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ اپنے شاگردوں سے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور ردِ قادیانیت کے لئے کام کرنے کا عہد لیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ:

جو شخص قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن شفاعت سے وابستہ ہونا چاہتا ہے وہ قادیانی درندوں سے ناموس رسالت کو بچائے۔

تو پھر گلی کا کتا ہم سے بہتر ہے

حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ تو ختم نبوت کے کام کو اپنی مغفرت کا سبب بتایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ:

اگر ہم ختم نبوت کا کام نہ کریں تو۔۔۔۔گلی کا کتا ہم سے بہتر ہے۔

قادیانی سب سے بڑا اور سنگین فتنہ

حضرت علامہ شمس الحق افغانی فرماتے ہیں

کہ جب حضرت انور شاہ کشمیریؒ کا آخری وقت تھا کمزوری بہت زیادہ تھی، چلنے کی طاقت بالکل نہ تھی، فرمایا کہ مجھے دارالعلوم دیوبند کی مسجد میں پہنچادیں۔

اس وقت کاروں کا زمانہ نہ تھا۔ایک پالکی لائی گئی۔ پالکی میں بٹھا کر حضرت شاہ صاحب کو دارالعلوم کی مسجد میں پہنچا دیا گیا۔محراب میں حضرت کی جگہ بنائی گئی تھی وہاں پر بٹھا دیا گیا تھا۔حضرت کی آواز ضعف کی وجہ سے انتہائی ضعیف اور دھیمی تھی۔تمام اجل شاگرد حضرت انور شاہ کشمیریؒ کے ارد گرد ہمہ تن گوش بیٹھے تھے۔آپ نے صرف دو باتیں فرمائیں۔

پہلی بات تو یہ فرمائی کہ تاریخ اسلام کا میں نے جس قدر مطالعہ کیا ہے اسلام میں چودہ سو سال کے اندر جس قدر فتنے پیدا ہوئے ہیں، قادیانی فتنہ سے بڑا اور سنگین فتنہ کوئی بھی پیدا نہیں ہوا۔

جنت کا میں ضامن ہوں

دوسری بات یہ فرمائی حضور ﷺ کو جتنی خوشی اس شخص سے ہوگی جو اس کے استیصال کیلئے اپنے آپ کو وقف کرے گا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے دوسرے اعمال کی نسبت اس کے اس عمل سے زیادہ خوش ہوں گے اور

پھر آخر میں جوش میں آکر فرمایا:

کہ جو کوئی اس فتنہ کی سرکوبی کیلئے اپنے آپ کو لگادے گا،اس کی جنت کا میں ضامن ہوں۔

1951 میں امیر شریعت کے خطاب کی جھلکیاں

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے عقیدہ ختم نبوت کے کام کو باقاعدہ منظم کرنے کے لئے تحریک آزادی کے عظیم مجاہد حضرت مولانا سید عطا اللہ شاہ بخاریؒ کو امیر شریعت مقرر کیا اور انجمن خدام الدین لاہور کے ایک عظیم الشان جلسہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اس اجلاس میں پانچ سو جید اور ممتاز علماء و صلحا موجود تھے ان سب نے حضرت سید عطا اللہ شاہ بخاری کے ہاتھ پر بیعت کی۔

امیر شریعت سید عطا اللہ شاہ بخاری نے تحریک آزادی کے بعد عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کیلئے اپنے آپ کو وقف کر دیا اور قید و بند کی صعوبتوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور پورے ملک میں بڑھاپے اور بیماری کے باوجود جلسوں سے خطاب کرتے ہوئے قادیانیت کے کفر کو بے نقاب کر کے نسل نو کے ایمان کی حفاظت میں اہم کردار ادا کیا۔

(بقیہ صفحہ نمبر 82 پر)

عمار حسین

پھر ہم یثرب میں داخل ہوئے تو نبی کریم ﷺ مجھ پر سے اترے اور حضرت ابوبکر صدیق کے ساتھ ایک کھجور کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔

رسولِ رحمت ﷺ کی اونٹنی

میرا نام قصویٰ ہے۔ میں ایک اونٹنی ہوں۔ مجھے اور میرے ساتھیوں کو صحرا کا جہاز کہا جاتا ہے۔ میں صحرا میں لمبا سفر کرنے کے باوجود نہ تھکتی ہوں اور نہ مجھے پیاس لگتی ہے۔

میں مکہ میں رہا کرتی تھی۔ یہ وہ زمانہ ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدائے واحد کی عبادت کی تبلیغ شروع کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست حضرت ابوبکر صدیقؓ میرے مالک تھے۔

جب کفار مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچانے کا فیصلہ کیا تو اللہ کے حکم پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دوست حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ہجرت کر کے مدینہ جانے کا فیصلہ کیا۔ آپ دونوں کافروں سے چھپ کر مکہ کے لئے روانہ ہوئے۔ مکہ کے باہر مدینہ کے راستے میں ایک غار میں پناہ لی۔ اس غار کو غار ثور

کہتے ہیں۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں پر مجھے اور میری ایک اونٹنی بہن کو لایا گیا۔ میری بہن مجھ سے زیادہ طاقت ور اور تیز چلنے والی تھی۔

غار ثور سے جب مدینہ کی طرف ہمارا سفر شروع ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر سوار ہوئے اور میری اونٹنی بہن پر ابو بکر صدیق۔ سفر طویل تھا لیکن نہ جانے کیوں نہ میں تھکی اور نہ گرمی نے مجھے پریشان کیا؟ میں یوں چل رہی تھی جیسے تازہ دم ہوں اور مجھے کوئی بوجھ محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ بات دراصل یہ تھی کہ میں ایک عظیم سفر پر ایک عظیم مہاجر کو اپنی پیٹھ پر بٹھائے لئے جا رہی تھی۔

اس مبارک سفر میں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کئی عجیب و غریب واقعات دیکھے۔ ان میں ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک کبوتری اور ایک مکڑی نے غار کے دروازے پر اپنا ڈیرہ جما لیا جس سے یہ علم ہوتا تھا جیسے غار میں کافی دن سے کوئی آیا ہی نہیں اور پھر اسی وجہ سے مکہ کے کافر جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں غار کے دروازے تک پہنچ گئے تھے۔ اس خیال سے واپس چلے گئے تھے کہ اس غار میں کوئی نہیں ہو سکتا۔

دوسرا حیران کن واقعہ سراقہ بن مالک کا ہے جو اپنے گھوڑے پر پیچھا کرتے ہم تک پہنچا مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کا اشارہ ہوتے ہی اس کے گھوڑے کے پاؤں ریت میں دھنس گئے۔ اس کی التجا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا۔ گھوڑے کے پاؤں ریت سے نکل آئے، مگر جونہی دوبارہ وہ آگے بڑھا، پھر اس کے گھوڑے کے پاؤں ریت میں دھنس گئے۔ اور تیسری مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا۔ اس مرتبہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو معاف کر دیا اور اس کے بعد سراقہ بن مالک واپس چلا گیا۔

تیسرا واقعہ ایک کمزور بکری کا ہے جو سفر کے دوران ایک بستی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کی گئی۔ اس کی مالکہ ایک عورت تھی جس کا نام ام معبد تھا۔ اس بکری کے تھنوں دودھ بالکل نہ تھا مگر جب نبی نے اپنا مبارک ہاتھ اس پر پھیرا تو اللہ کی قدرت سے اس میں اتنا دودھ آ گیا کہ سب نے سیر ہو کر پیا۔

چوتھی بات جس نے مجھے حیران کیا وہ یہ کہ کہاں تو ہم مدینہ کا سفر گیارہ دن میں طے کیا کرتے تھے لیکن اس مرتبہ یہ سفر صرف آٹھ دن میں طے ہو گیا۔ باوجود اس بات کے بہت سے کافر ہماری تلاش میں تھے جن سے بچنے کے لئے ہم رات کو سفر کرتے اور دن کو آرام کرتے۔ میں سارے راستے یہ دعا کرتی رہی کہ ہمارا یہ سفر خیریت سے طے ہو۔

ہر وہ واقعہ جو راستے میں پیش آیا اس بات کی نشاندہی کرتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک عظیم ہستی ہیں اور یہ کہ اللہ ان کے ساتھ ہے۔ مجھے وہ وقت بھی یاد ہے جب یثرب جسے بعد میں مدینہ منورہ کہا جانے لگا، کے کھجور کے درخت دور سے نظر آئے تو میرے دل میں ایک عجیب سی خوشی تھی۔ خوشی اس بات کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دشمنوں سے نجات پائی تھی۔ میں دل ہی دل میں سوچ رہی تھی کہ دیکھیں یثرب والے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیسے استقبال کرتے ہیں۔

یثرب والوں کو پہلے ہی یہ پیغام مل چکا تھا کہ نبی کریم ہجرت کر کے ان کے شہر آرہے ہیں۔ جب ہم یثرب پہنچے تو کڑی دھوپ تھی۔ ایک شخص جو درخت پر چڑھا ہوا تھا چیخ چیخ کر کہنے لگا کہ وہ دیکھو وہ دیکھو تمہارا مہمان آگیا۔ پھر کیا تھا ہر طرف سے مبارک اور خوش آمدید کی آوازیں گونجنے لگیں اور نبی کریم کا استقبال کرنے والے دل کی گہرائیوں سے ''اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ اللہ بڑا ہے، اللہ بڑا ہے'' پکار رہے تھے۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے تمام زمین استقبال کے جوش و خروش میں رقص کر رہی ہے اور سارا شہر رسول اللہ کے استقبال کے لئے نکل آیا ہے۔

پھر ہم یثرب میں داخل ہوئے تو نبی کریم ﷺ مجھ پر سے اترے اور حضرت ابو بکر صدیق کے ساتھ ایک کھجور کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ لوگ خوشی میں دف بجا رہے تھے۔ ان میں سے بیشتر نے اگرچہ نبی کریم ﷺ کو پہلے نہیں دیکھا تھا مگر وہ آپ ﷺ سے بے انتہا محبت کرتے تھے۔

ایک عورت نے اپنی ہمسائی سے پوچھا کہ ان دونوں میں سے نبی ﷺ کون ہیں؟ تو دوسری نے بتایا کہ زمین پر جو بیٹھے ہیں وہ نبی ﷺ ہیں اور جنہوں نے اپنی چادر سے سایہ کیا ہوا ہے وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

لوگ آگے بڑھ بڑھ کر آپ ﷺ کے ہاتھ کو بوسہ دے رہے تھے اور آپ ﷺ سے درخواست کرتے تھے کہ ہمیں سچا راستہ دکھائیں۔ نبی کریم ﷺ انہیں تلقین کرتے تھے کہ وہ اسلام کی تبلیغ کریں۔ بھوکوں کو کھانا کھلائیں۔ آپس میں ایک دوسرے سے محبت کریں اور صرف خدائے واحد کی جو سب سے عظیم ہے کی عبادت کریں۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور مجھ پر سوار ہو گئے، میں بڑی حیران ہوئی جب انہوں نے میری رسی کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ مدینہ کے لوگ ہمارے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ مدینہ کے بچے بچیاں ایک نہایت ہی سریلا گیت گا رہے

تھے جس کے الفاظ یہ تھے۔

"ان ٹیلوں کے پیچھے سے جہاں ہم شہر سے جانے والوں کو الوداع کہتے ہیں۔ایک چاند ہم پر طلوع ہوا ہے، جس بات کی نبی کریم نے ہمیں دعوت دی ہے اس پر اللہ کا شکر کرنا ہم پر واجب ہوگا۔اے اللہ کے رسول آپ وہ پیغام لے کر آئے ہیں جس کی ہم نے تعمیل کرنی ہے،اے نبی آپ کی آمد سے ہمارے شہر مدینہ کی عزت بڑھ گئی ہے خوش آمدید خوش آمدید اللہ کی طرف اے پیارے بلانے والے!"

دھیرے دھیرے یہ قافلہ مدینہ کی گلیوں سے گزرتا رہا اور میں اس کے درمیان خوشی سے جھومتی جھومتی آگے بڑھ رہی تھی۔ لوگوں کی آنکھوں سے مسرت چھلک رہی تھی اور ان کے چہرے خوشی سے تمتما رہے تھے۔ ہر گھرانہ یہ چاہتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ اس کے مہمان بنیں۔لوگ چاہتے تھے کہ میری باگ تھام لیں اور اپنے گھروں کی طرف لے جائیں مگر پیارے نبی کریم ﷺ ہر ایک سے یہی کہتے کہ میری رسی نہ پکڑیں، میں وہیں بیٹھ جاؤں گی جہاں اللہ کا حکم ہوگا۔اچانک ایک جگہ مجھے محسوس ہوا کہ میرے قدم بے جان ہو گئے ہیں اور مجھ میں آگے بڑھنے کی سکت نہیں، میں وہیں پر بیٹھ گئی۔

نبی کریم ﷺ مجھ پر سے اترے اور آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ جگہ کس کی ہے؟

لوگوں نے بتایا کہ اس زمین کے مالک دو یتیم بچے ہیں۔ان بچوں نے خواہش ظاہر کی ہے کہ نبی کریم تحفہ کے طور پر یہ زمین قبول فرمائیں لیکن پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر حضرت ابوبکر صدیق نے اس کی قیمت ادا کی، اب اسی جگہ ٹھہرنے کا فیصلہ ہوا۔مسلمانوں نے پیارے نبی ﷺ کے ساتھ مل کر اسی جگہ مسجد بنائی اور اس کے ساتھ آپ ﷺ کے رہنے کے لئے حجرہ۔

میں نے دیکھا کہ نبی کریم نے مدینہ والوں کو انصار کا خطاب دیا۔اس وجہ سے کہ انہوں نے مکہ کے مہاجرین کی مدد کی تھی اور ان کی مہمانداری میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔

مدینہ والے مجھے بڑی عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔انہیں مجھ سے بڑی عقیدت تھی اس وجہ سے کہ اس عظیم سفر میں سرکار دو عالم کے ساتھ رہی اور اللہ کے حکم پر چلی اور اللہ کے حکم سے اس جگہ قیام کیا جہاں آج مسجد نبوی ہے۔

❁❁❁

سلطان ٹیپو شہید رحمہ اللہ

عبدالحفیظ امیرپوری

33

"میں اپنے اللہ سے حسن ظن رکھتا ہوں۔ وہ تمہاری حرم سراؤں کو رسوا ہونے سے بچالے گا۔"
اس کے بعد حیدر علی سید اکرام بخاری کی خدمت میں حاضر ہوا۔
"سید عالی مقام بظاہر مجھ پر اور میری حکومت پر بہت برا وقت آپڑا ہے۔ مگر اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ اس مصیبت کے پیچھے کونسی راحت پوشیدہ ہے۔"
"والئی میسور نے سچ کہا۔" سید اکرام بخاری مسکرانے لگے۔
"اہل ایمان کا یہی عقیدہ ہونا چاہیے۔"
"دعا مسلمان کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔" نواب حیدر علی نے بارعب مگر پرسوز لہجے میں کہا۔
"اسی ہتھیار کے حصول کے لیے حاضر ہوا تھا۔ آپ اپنا کام کریں میں اپنا کام کرتا ہوں۔ خدا حافظ!"
یہ کہہ کر والئی میسور تیز رفتاری سے بڑھا اور اپنے لشکر سے جاملا۔

❁❁❁❁

پیشوا مادھوراؤ نے "چنتا منی" کو اپنا صدر مقام بنایا اور وہیں خیمہ زن ہوگیا۔

پھر ایک بھاری توپ خانہ کے ساتھ پچاس ہزار کا لشکر سرنگا پٹم کی تسخیر کے لیے روانہ ہوگیا۔ نواب حیدر علی پیشوا کی جنگی حکمت عملی سے بے نیاز ایک طوفانِ برق و باد کی طرح ماگڑی کے جنگل کی طرف بڑھ رہا تھا۔ آخر والئی میسور وقت سے پہلے اپنی کمین گاہ تک پہنچ گیا۔

مرہٹوں کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ان کا حریف اپنے تمام شہروں کی سرحدوں کو کھلا چھوڑ کر ماگڑی کے جنگل میں روپوش ہو جائے گا۔

مادھوراؤ کے جاسوسوں نے آخری اطلاع یہی دی تھی کہ حیدر علی بنگلور میں موجود ہے۔ اسی صورتحال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے پیشوا نے ایک لشکر جرار سرنگا پٹم کی طرف روانہ کیا تھا۔ مادھوراؤ کا خیال تھا کہ کسی مزاحمت کے بغیر اس کے سپاہی میسور کے دارالحکومت پر مکمل تسلط حاصل کرلیں گے۔

فتوحات کے اسی نشے کے زیر اثر جب مرہٹہ لشکر، ماگڑی کے جنگل کے قریب شب گزاری کے لیے خیمہ زن ہوا تو اسے یہ خیال تک نہیں رہا کہ اسی جنگل میں تھوڑے سے فاصلے پر نواب حیدر علی بھی دس ہزار سپاہیوں کے ساتھ اپنے شکار کی گھات میں موجود ہے۔

آدھی رات کے قریب والئی میسور کے جانبازوں نے اس قدر زبردست شب خون مارا کہ مرہٹوں کی پوری فوج کو کاٹ کر رکھ دیا۔ جو کچھ بچے، وہ توپ خانہ اور دوسرا جنگی سامان چھوڑ کر فرار ہوگئے۔

یہ پیشوا کی پہلی شکست تھی جس نے اس کی کمر توڑ کر رکھ دی تھی۔ دوسری طرف مرہٹہ فوج کا ایک اور دستہ بارہ محل کی جانب بڑھ رہا تھا۔

اس پر بھی حیدر علی کے پنڈاروں نے کامیاب شب خون مارا۔ نتیجتاً بہت سے مرہٹہ سپاہی مر گئے اور باقی سامان چھوڑ کر فرار ہوگئے۔

یہ دوسری شکست تھی جس نے مادھوراؤ کو بدحواس کر دیا تھا۔ مجبوراً پیشوائے پونا "چنتا منی" سے اُٹھ کر "امباجی ورگ" کے مقام پر خیمہ زن ہوگیا تھا۔

جب ہزاروں مرہٹے زمین کی خوراک بن گئے تو مادھوراؤ کو اندازہ ہوا کہ نواب حیدر علی تر نوالہ ثابت نہیں ہوسکتا۔

اگر کسی طرح اس نے ریاست میسور پر غلبہ حاصل کر بھی لیا تو اس کشاکش میں اس کی نصف سے زیادہ فوج ہلاک و برباد ہوجائے گی۔ وہ شکست خوردہ حالت میں واپس نہیں جانا چاہتا تھا کہ اپنی قوم کو کیا منہ دکھائے گا اور دوسری طرف

پیش قدمی بھی جاری نہیں رکھ سکتا تھا کہ رات کے اندھیرے میں حیدر علی کے سپاہی شب خون مار کے اسے نئی مشکلات سے دو چار کر دیں۔

الغرض اپنے ساتھیوں سے مشورے کر کے مادھوراؤ پونا واپس چلا گیا۔

❁❁❁❁

جب مادھوراؤ کی واپسی کی خبر سرنگا پٹم پہنچی تو مقامی ہندوؤں میں صف ماتم بچھ گئی۔ راجہ کرشنا کو حیدر علی کی کامیابی سے اس قدر صدمہ پہنچا کہ اس کے سر کا پھوڑا بہہ نکلا اور سارا زہر دماغ میں اُتر گیا۔ پھر وہ ایک ماہ تک جاں کنی کی حالت میں مبتلا رہ کر مر گیا۔

راجہ کرشنا کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ مجبوراً حیدر علی نے اسی خاندان کے ایک کم سن لڑکے کو راج گدی پر بٹھا دیا۔ اس موقع پر والئ میسور کے مشیروں نے اسے بہت سمجھایا کہ اس خاندان کو ریاست بدر کر کے ہمیشہ کے لیے سازشوں سے نجات حاصل کر لی جائے مگر حیدر علی نے کوئی مشورہ قبول نہیں کیا۔

"میں نے میسور کا نظام سنبھالتے وقت راجہ کرشنا سے وعدہ کیا تھا کہ میری زندگی تک اس کے خاندان کا یہ اعزاز برقرار رہے گا۔

وہ یقیناً بہت بے غیرت اور بے ضمیر تھا مگر میں تو حیا دار ہوں۔ اس لیے مجھے اپنے وعدے کا بہت لحاظ ہے۔"

نئے راجہ کا انتخاب کرتے وقت حیدر علی نے بڑا عجیب طریقہ اختیار کیا تھا۔ راجہ کرشنا کے خاندان کے تمام لڑکوں کو جمع کر کے ان کے آگے مختلف کھلونے ڈال دیئے گئے تھے۔

پھر حیدر علی نے ان بچوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔

"تم سب اپنی اپنی پسند کے کھلونے اٹھا لو!"

تمام لڑکے اپنے پسندیدہ کھلونے اٹھانے لگے۔ ایک لڑکے نے تلوار اور لیموں اٹھا لیا۔ اس کی یہ حرکت دیکھ کر حیدر علی بے ساختہ پکار اُٹھا۔

"بے شک! تجھ میں مردانگی کے جوہر ہیں اور میرے نزدیک تو ہی راجہ بننے کے قابل ہے۔"

❁❁❁❁

مادھوراؤ کے حملوں نے ریاست کے بیشتر علاقوں کو تباہ و برباد کر ڈالا تھا۔ حیدر علی نے ازسرنو تعمیری کاموں کا آغاز کیا۔ ابھی اس واقعہ کو دو سال بھی نہیں گزرتے تھے کہ نظام دکن اور کرناٹک کے حاکم والا جاہ محمد علی نے مرہٹوں اور انگریزوں کے ساتھ مل کر میسور پر حملہ کر دیا۔

نواب حیدر علی کی ذات بیک وقت کئی حکمرانوں کے سینوں میں کسی کانٹے کی طرح کھٹک رہی تھی۔

اگر مرہٹے والیِ میسور کے دشمن تھے تو اس لیے حق بجانب تھے کہ ان کے اور حیدر علی کے عقائد میں بڑا فرق تھا۔

انگریزوں کی دشمنی بھی غیر فطری نہیں تھی۔وہ ایک جداگانہ قوم تھے اور الگ مذہب رکھتے تھے۔پھر والئ میسور سے فرنگیوں کی نفرت کا بنیادی سبب یہ تھا کہ برصغیر میں حیدر علی فرانسیسیوں کا زبردست حامی تھا اور فرانسیسی اپنی سیاسی عزائم کے باعث انگریزوں کے بدترین دشمن تھے۔اس لیے جو بھی فرانسیسیوں کا دوست تھا وہ انگریزوں کا دشمن تھا۔

فرنگیوں نے شروع میں حیدر علی کو اس لیے نظرانداز کر دیا تھا کہ اس کی کمزور سیاسی قوت اس علاقے میں فیصلہ کن کردار ادا کرنے کے قابل نہیں تھی۔مگر جب والئ میسور کی فتوحات کا دائرہ وسیع تر ہوتا چلا گیا تو فرنگی بھی خواب غفلت سے بیدار ہوئے۔انہیں حیدر علی کے قدموں کی دھمک اپنے سروں پر سنائی دے رہی تھی۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہدے داروں نے اس نئی سیاسی قوت کے طوفان کو روکنے کے لیے ایک جامع منصوبہ ترتیب دیا تھا۔

مگر اس منصوبے پر عمل کرنے سے پہلے پیشوائے پونا، مادھو راؤ ریاست میسور پر چڑھ دوڑا۔کمپنی کے عیار تاجروں نے سکون کا سانس لیا اور ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا۔

”تاج برطانیہ کا اقبال بلند ہو۔پیشوائے پونا نے ہماری خواہشات کی تکمیل کر دی۔ہم نے خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر اپنا مقصد حاصل کر لیا۔مادھو راؤ نے ہمارے ممکنہ دشمن حیدر علی کی کمر توڑ دی۔

ہم یہی تو چاہتے تھے۔اب حیدر علی زندگی بھر سیدھا نہیں ہو سکے گا۔“

اور صورت حال بھی کچھ ایسی ہی تھی۔مرہٹوں نے حیدر علی کے بہت سے علاقوں کو تاخت تاراج کر کے رکھ دیا تھا۔

انگریزوں اور مرہٹوں کے علاوہ عام لوگوں کا بھی یہی خیال تھا کہ نواب کی قبائے اقتدار تار تار ہو چکی ہے۔اب والئ میسور کی ساری زندگی رفو گری میں گزرے گی مگر پھر بھی یہ دریدہ لباس رفو نہیں ہو سکے گا۔

ساری قیاس آرئیاں اپنی جگہ موجود تھیں لیکن عام طور پر لوگ حیدر علی کی بے پناہ قوتِ ارادی سے واقف نہیں تھے۔

اس مرد جری نے دو سال کے مختصر عرصہ میں اپنے ویران علاقوں کو دوبارہ باغ و بہار بنا دیا تھا۔

جب میسور کی تعمیر نو کی خبریں انگریزوں تک پہنچیں تو کرنل اسمتھ نے بے ساختہ کہا:

''یہ ایک ناقابل یقین واقعہ ہے۔مُردہ سانپ پھر زندہ ہوگیا؟ یسوع مسیح اس کی ہلاکت خیز زہر سے ہندوستانی عیسائیوں کو محفوظ رکھے۔''

نظام الملک والئ دکن حیدر علی سے شدید نفرت کرتا تھا۔ اس نے کسی بھی موقع پر والئ میسور کی عزت و توقیر نہیں کی۔ وہ ہمیشہ حیدر علی کو غاصب سلطنت کہہ کر پکارتا تھا۔

حیدر علی نے کئی بار اپنا سفیر دکن کے دربار میں اس پیغام کے ساتھ بھیجا تھا۔

''بخدا میں آپ کے اقتدار کا دشمن نہیں ہوں۔میری نیت پر شک نہ کریں۔

میں سلطنتِ دکن کو سرسبز وشاداب اور ترقیوں کی انتہاء پر دیکھنا چاہتا ہوں۔آپ میرے کلمہ گو بھائی ہیں اور میں اپنے بھائی کو کبھی رُسوا دیکھنا پسند نہیں کروں گا۔

اس کے علاوہ مجھے ہندوستان کی آزادی بھی بہت عزیز ہے۔میں نے یہی بات پیشوائے پونا اور مادھو راؤ کو سمجھانے کی کوشش کی تھی۔مگر وہ ایک انتہائی تنگ نظر اور متعصب ہندو ہے۔بار بار میرے علاقوں پر لشکر کشی کرتا ہے۔

اس نادان کو یہ معلوم نہیں کہ میری تباہی سے صرف فرنگیوں کو فائدہ پہنچے گا۔اگر آپ کو مجھ سے کوئی شکایت ہے تو اسے بات چیت کے ذریعے جلد از جلد دور کر لیجیے۔

یہی ہم سب کے لیے سلامتی کا راستہ ہے اور اسی میں اہل ہند کی نجات ہے۔''

یہ بڑی فراخ دلانہ پیش کش تھی مگر نظام دکن نے اسے بڑی حقارت سے ٹھکرا دیا۔

''برابر بیٹھ کر گفتگو کرنا تو کجا، میں اُس کم نسب کی شکل دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا۔

کہاں وہ ایک نمک حرام سپاہی زادہ......

اور کہاں میں نظام ابن نظام......ابن نظام ......ابن نظام۔''

والئ دکن کو اپنے نظام ہونے پر بڑا ناز تھا کیونکہ اس کا باپ بھی نظام تھا۔

اس کے برعکس حیدر علی ایک معمولی فوجی افسر کا بیٹا تھا اور ایک سپاہی سے ترقی کرتے ہوئے والئ میسور کے منصب تک پہنچا تھا۔

اس کی حکومت نظام حیدر آباد کی سلطنت سے زیادہ مستحکم اور طاقتور تھی۔

والئ دکن، حیدر علی کے اس عروج سے حسد رکھتا تھا اور والئ میسور کو غاصب، نمک حرام اور کم نسب کہہ کر اپنے دل کا غبار ہلکا کرتا تھا۔

حالانکہ نسبی اعتبار سے نظام دکن خود ایک معمولی انسان تھا اور دولت وحکومت کے نشے میں اس نے اپنے پریشان حال ماضی کو فراموش کر دیا تھا۔

❁❁❁❁❁

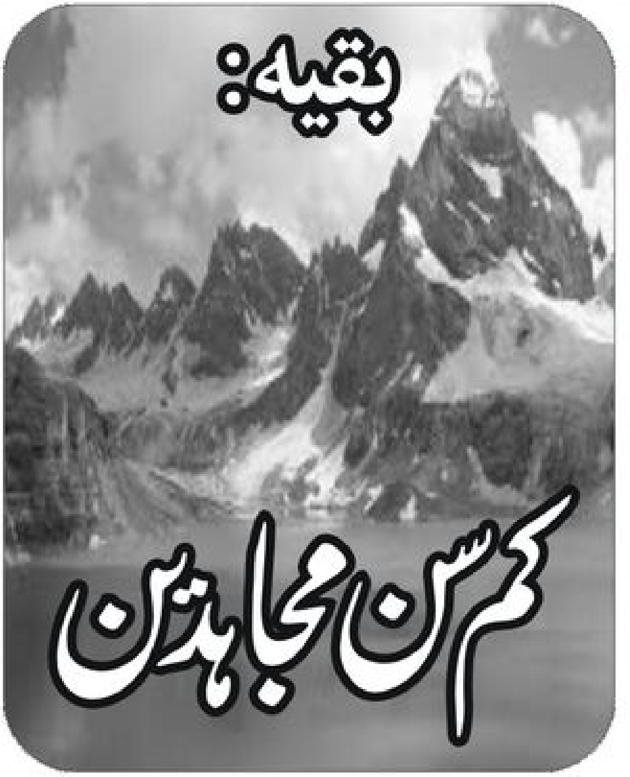

آفاق ذرا تصوراتی ذہن کا مالک ہے یعنی اسے لش پش سی پرسنالٹی بہت پسند ہوتی ہیں۔اس لئے اس ذہن کے مطابق اکثر میں اس سے کہتی ہوں کہ دیکھو ذرا تصور کرو جب تم بڑے ہو کر مجاہد بنو گے۔ایک کندھے پر مشین گن ہو گی، دوسرے ہاتھ میں وائرلیس خوبصورت چہرے پہ سنت رسول اور کندھوں تک آتی کالی زلفیں۔

اف!تم کتنے خوبصورت لگو گے اس حلیے میں ہے ناں؟ وہ خاموشی سے مسکرا دیتا ہے۔

دیکھو اپنی مما کی باتوں میں مت آنا جو تمہیں افسر بنانا چاہتی ہے۔افسر بننے میں کیا رکھا ہے۔ سارا دن آفس میں بیٹھ کر فائلوں میں سر کھپانے کے سوا......

سنو!جو لذت ہاتھ میں گن لے کر کافروں کی کھوپڑیاں اڑانے میں ہے جو لذت پہاڑوں کی چوٹیوں پر بیٹھ ترانے گانے میں ہے جو لذت بڑے بڑے چٹانوں کے نیچے اپنے محبوب ساتھیوں کے لئے کھانا پکھانے میں ہے وہ دنیا کی کسی رنگینی میں نہیں ہیں نہ دولت کے ریل پیل میں ہے اور نہ ہی بڑے بڑے بنگلوں میں رہنے میں ہے۔

''نہیں میں مما کی باتوں کا زیادہ نوٹس نہیں لیتا میں جب بھی وائی فائی آن کرتا ہوں تو مجاہدین کی ویڈیوز دیکھتا ہوں اگر کبھی مجھے گیم کھیلنا ہو تو ساتھ میں بلند آواز سے ترانے بھی لگا کر سنتا ہوں۔

جس کی وجہ سے اکثر مما سے ڈانٹ پڑ جاتی پھر ہینڈ فری لگا کر سننے لگتا ہوں۔''

ایک دن آفاق مجھے بتا رہا تھا کہ وہ میرا اسلام آباد والا کزن ایان نہیں ہے وہ مجاہدوں کو برا بھلا کہہ رہا تھا، انہیں دہشت گرد کہہ رہا تھا۔

''تو تم نے جواب میں کیا کہا؟'' میں نے بے تابی سے پوچھا۔

مجھے آفاق کا جواب سننا تھا کہ کیا اس پر میری باتوں کا کچھ اثر ہوا ہے کہ نہیں کیونکہ اصل میں آفاق کا زیادہ تر وقت اپنے گھر گزرتا تھا جہاں جہاد کا نام بھی نہیں۔

''میں نے بھی بتا دیا کہ وہ دہشت گرد نہیں

ہوتے بلکہ مجاہدین سے زیادہ اچھے اور پیارے اور کوئی نہیں ہو سکتے لیکن جب وہ پھر وہی بکواس کر رہا تھا تو میں نے بھی بتادیا کہ تم جو بھی کہو مجھے مجاہدین سے پیار ہے اور مجھے وہ سارے لوگوں سے اچھے لگتے ہیں۔"

آفاق کا جواب سن کر میں نے خوشی سے سکون کا سانس لیا۔

پتہ نہیں کیوں، لیکن مجھے ڈر سا لگتا ہے کہ کہیں آفاق بڑا ہو کر گھر کی ماحول کی وجہ سے اور دنیا کی چکا چوند سے متاثر ہو کر دنیا کی پیچھے ہی نہ بھاگنے لگ جائے۔

اسی لیے میں اکثر اس سے کہتی ہوں۔

"آفاق! جب تم کتاب پڑھنے اور سمجھنے کے قابل ہو جاؤ تو میں تمہیں یہ کتاب دونگی (امیر المجاہدین کی کتاب فضائل جہاد کی طرف اشارہ کرکے) اور تم نے اسے ضرور پڑھنا ہوگا۔

اگر میں موجود نہ ہوں (زندگی اور موت کا کیا پتہ) تو تم خود اسے لے کر جانا لیکن تم نے اسے ضرور پڑھنا......تو وہ جواباً مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیتا ہے۔

جس چیز سے محبت وعقیدت ہو تو اسکا نام ہر وقت بندے کی زبان پر رہتا ہے اور اس کے بارے میں بات کرنے کے لئے بندہ ہر وقت بے چین رہتا ہے۔

اور کہتے ہیں محبت تو مشک کی طرح ہوتی ہے جسے جتنا چھپاؤ وہ خود بہ خود پھیل ہی جاتی ہے تو ہماری جہادی محبت کی خوشبو ہمارے مدرسے میں بھی پوری آب وتاب سے پھیل چکی ہے اور الحمد للہ ہر طالبہ فیضیاب ہو رہی ہے حتی کہ ان کے گھر والے بھی۔

ایسی ہی ہماری ایک طالبہ ہے درجہ رابعہ کی اس کا ایک چار سالہ بھائی ہے زید نامی اس کے دل میں بھی جہاد کی محبت رچ بسی ہے۔

اس نے تو باقاعدہ بال لمبے رکھے ہیں تقریباً کندھوں تک اور جہاد کشمیر کا غازی بننے کا ارادہ ہے اس کا، ابھی چار سال کا ہے لیکن پسٹل پر فائرنگ کر سکتا ہے بلکہ کر چکا ہے۔

پستول کے پرزوں کو الگ کرنے اور اسے جوڑنے میں ماہر ہے اور باتیں بنانے میں بھی ماہر ہے کیونکہ جب بھی کبھی چھٹی کرتا ہے تو اگلے روز طالبات پوچھتی ہیں۔

زید کل کیوں نہیں آئے تھے؟

زید صاحب بے نیازی سے جواب دیتا ہے، وہ میرے کشمیر کے محاذ سے کچھ مجاہد دوست آئے تھے انہیں کے ساتھ مصروف تھا۔

ایک دن سارا (زید کی بہن) بتا رہی تھی کہ زید چارپائی پر لیٹا کچھ سوچ رہا تھا۔ یکدم سے ہاتھوں کی مٹھیاں اور آنکھیں زور سے بھینچ کر کہا کہ

اف یہ طالبان مجھے کتنے زیادہ پیارے ہیں۔

میں نے یہ سب آپ سے کیوں شیئر کیا؟ میں نے کہیں پڑھا تھا کہ بچے کچے ٹہنیوں جیسے ہوتے ہیں جسے جس طرف کھینچو اسی طرف کھینچے چلے جاتے ہیں اسی طرف مڑتے چلے جاتے ہیں۔

اگر اس کچی ٹہنی میں کوئی ٹیڑھا پن ہو تو اسے اسی وقت سیدھا کرو ورنہ اگر وہ ٹہنی یا شاخ بڑا ہو کر تنا بن جائے اور پھر تم اسے سیدھا کرنا چاہو تو وہ تنا ٹوٹ جائے گا لیکن سیدھا نہیں ہو سکے گا۔

لہٰذا اس پرفتن دور میں مسلمانوں کی نجات کا واحد راستہ جہاد فی سبیل اللہ ہے اگر آج کے دور کو دیکھا جائے تو امام مہدی کی ظہور کی تقریباً ساری نشانیاں پوری ہو چکی ہیں اور غزوہ ہند کا مقدمہ (افغانستان کی فتح) پورا ہو چکا ہے۔

اب صرف غزوہ کی شروعات باقی ہے۔ ان سب حالات کے پیش نظر سب سے پہلے ہمیں خود اپنے آپ کو اور اپنے ایک ایک بچے کو ان حالات سے لڑنے کے لئے ذہنی اور جسمانی طور پر تیار کرنا چاہیے۔

ہم سے جتنا ہو سکے ہمیں اپنے بچوں کو جہاد کا مفہوم مقصد واضح کرنا چاہیے اور انہیں موبائل اور فتنوں کی دنیا سے دور کرنا چاہیے اور کتاب کی دنیا کے قریب کرنا چاہیے کیونکہ میرے نزدیک آج مسلمان جتنی پستی میں گرتے چلے جا رہے ہیں یہ سب کتابوں سے دوری اور اپنے اباواجداد و اسلاف کی تاریخ سے بے خبری کی وجہ سے ہے۔

بہر حال آپ لوگ مجھے ضرور بتائیے گا کہ کیا آپ بھی اپنے بچوں کے لئے ایسی ہی کوششیں کرتے ہیں؟

اگر خدانخواستہ نہیں کرتے تو اللہ کا واسطہ آج سے عملی عزم کریں اپنے ہر چھوٹے بچے کو اللہ کی راہ میں لڑنے کے لئے تیار کرنے کی۔

نہلے پہ دہلا

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے بہت سے مناظرے کیے۔ ایک مرتبہ ایک انگریز سے مناظرہ ہوا تو اس نے کہا، مولانا میں داڑھی رکھنا ضروری نہیں سمجھتا، اس لیے کہ جب آدمی پیدا ہوتا ہے تو اسکی داڑھی نہیں ہوتی یہ بعد کی پیداوار ہے۔

مولانا نے فرمایا: دانتوں کے متعلق کیا خیال ہے کیونکہ یہ بھی انسان کے ساتھ پیدا نہیں ہوتے بعد میں نکلتے ہیں۔ یہ سن کر انگریز لاجواب ہو گیا۔

ایک صاحب نے جو یہ باتیں سن رہے تھے کہا، مولانا نے کیا دندانِ شکن جواب دیا ہے۔

(از: گل ہائے خنداں)

(انتخاب: محمد بن احمد، جامعۃ الصابر)

حافظ محمد معاویہ

لالا

وہ پندرہ سال کا لڑکا تھا۔ اس کا رنگ گورا، آنکھیں چمکیلی اور بال سنہرے تھے۔ معصومی اس کے چہرے سے ٹپک رہی تھی۔

وہ اپنے ماں، باپ، اور اپنے آبائی گاؤں سے دور ایک کیفے میں کام کرتا تھا۔

کریم بابو جب کیفے میں داخل ہوا تو وہ میزیں صاف کر رہا تھا۔

کریم بابو کو دیکھتے ہی وہ پاس آیا، کریم بابو نے ایک چائے کا آرڈر دیا۔

اگلے ہی لمحے وہ چائے لیکر حاضر ہوگیا۔

''کیا نام ہے تمہارا؟'' کریم بابو نے لڑکے سے سوال کیا۔

''جی میرا نام محسن ہے صاحب!''

''ارے واہ! بڑا ہی پیارا نام ہے تمہارا''

''محسن! تم رہتے کہاں ہو؟''

''میں لیاقت پور کا رہنے والا ہوں صاحب!''

''اوہ اچھا! میں بھی لیاقت پور کے قریب ایک گاؤں میں رہتا ہوں۔''

یہ سنتے ہی محسن کے چہرے پر خوشی کا ایک گہرا تاثر ابھرا، خوشی کے مارے ٹرے اس کے ہاتھوں سے گرتی، گرتی بچی چند لمحوں تک وہ ساکت کھڑا رہا، جیسے ماضی کو یاد کر رہا ہو۔ اس کو گاؤں، گاؤں کی گلیاں اور بڑا بھائی لالا یاد آنے لگا۔ ذرا ہی دیر میں اس کے، اور کریم بابو کے درمیان اجنبیت ختم ہو چکی تھی۔

اب جیسے ہی کریم بابو کیفے میں داخل ہوتا، تو محسن لپک کر اس کا استقبال کرتا اور اس کو مخاطب

کرتا۔

''لالا!...تم ٹھیک ہو؟

لالا!...آج بہت سردی ہے۔

لالا!...لگتا ہے آج بارش ہوگی۔

لالا!...تم بیٹھو میں چائے لایا۔''

پھر وہ تیزی سے جاتا، اور چائے لیکر آتا۔

پھر کسی طرف سے "اوئے لڑکے" کی آواز لگتی، اور محسن فوراً اس طرف چلا جاتا۔

جاتے جاتے وہ یہ ضرور پوچھتا۔

''لالا!...کوئی اور چیز لاؤں؟''

ماں باپ کا سایہ سر سے اٹھ چکا تھا۔ اب صرف بڑا بھائی (لالا) اس کا سائبان تھا۔ بڑے بھائی سے بھی وہ کافی عرصے سے دور تھا۔

یہ لفظ ادا کرتے ہوئے اسے بڑا ہی سکون ملتا تھا۔

وہ سمجھتا تھا کہ اس پردیس میں کسی اجنبی کی صورت میں اسے بڑا بھائی مل گیا ہے۔

کچھ عرصے بعد کریم بابو کو محسن کا لالا پکارنا برا لگنے لگا تھا۔

اگلے دن وہ کیفے میں داخل ہوا اور محسن کو پکار کر بولا۔

"محسن! ادھر آؤ!"

محسن حسب خوشی سے چہک کر اس کے پاس آیا، اور پوچھنے لگا۔

''لالا!...تم آگئے، لالا!...چائے لاؤں؟''

''نہیں، اور سنو تم ہر وقت یہ لالا، لالا کیوں بولتے ہو؟

تمہیں بڑوں سے بات کرنے کی بھی تمیز نہیں ہے۔''

کریم بابو غصے میں بولتا چلا جا رہا تھا۔ اس کے الفاظ محسن کے دل پر تلوار کی طرح وار کر رہے تھے۔

اس روز وہ کیفے کے مالک سے چھٹی لیکر چھوٹی سی جھونپڑی پر مشتمل اپنے گھر آگیا تھا، اور اپنے سر کو گھٹنوں میں ڈھال کر سسک سسک کر رونے لگا۔

اس کے جو حالات تھے یعنی شفقتوں سے محرومی، اور اپنوں سے دوری پھر اس علاقہ غیر میں ایک اپنے آدمی کا پا جانا، اور پھر اس کا بڑا رویہ، یہ سب سوچتے، سوچتے محسن بلک، بلک کر رونے لگا۔

اس روز اسے یوں لگ رہا تھا کہ جیسے اس علاقہ غیر میں کسی نے اسے ماں کی آغوش سے کھینچ لیا ہو۔

اگلے دن محسن دوبارہ کام پر موجود تھا۔

اس روز جب کریم بابو کیفے کی طرف آ رہا تھا تو اسے اپنا پرانا دوست وحید مل گیا تھا، وہ اسے لیکر کیفے آگیا۔

میز پر بیٹھنے کے بعد اس نے محسن کو بلایا تو اس نے محسوس کیا کہ آج محسن کھنچا کھنچا سا ہے۔

اور آج اس کے چہرے پر پرانی مسکراہٹ بھی نہیں تھی۔

آج کریم بابو کو ہی بولنا پڑا۔

''دو چائے۔''

اس بار محسن نے "ٹھیک ہے لالا،! ابھی لایا" بولنے کے بجائے "ٹھیک ہے صاحب!" کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد محسن چائے لیکر آ گیا۔

''کیا نام ہے تمہارا؟'' وحید نے محسن سے سوال کیا۔

وحید کا لہجہ دوستانہ اور مشفقانہ تھا۔

محسن کی آنکھوں کے سامنے یادیں ابھرنے لگی، اسی طرح کریم بابو نے بھی اس سے نام پوچھا تھا اور پھر ایک روز اس نے کریم بابو کو ''لالا'' کہہ کر پکارا تھا، پھر ایک دن اس نے سنا تھا کہ "تمہیں اتنی بھی تمیز نہیں کہ: تم بڑوں کو ٹھیک سے مخاطب کر سکو"

یہ سوچتے ہوئے محسن کچھ ایسی کیفیت سے دو چار تھا کہ جیسے ابھی رو دے گا۔

''صاحب! یہاں کے لوگ مجھے ''لڑکا'' کہہ کر بلاتے ہیں'' یہ بولتے ہی محسن وہاں سے فوراً چلا گیا۔

''عجیب لڑکا ہے، اسے اپنا نام ہی نہیں پتا''

وحید بولا۔

❀❀❀❀

چالیس گھر ہمسایہ ہیں

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

یا رسول اللہ ﷺ میں فلاں محلے میں رہتا ہوں اور بے شک وہاں کے لوگ مجھے تکلیف دیتے ہیں اور قربت کے اعتبار سے وہ میرے پڑوسی ہیں۔

پس آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا، وہ تمام حضرات مسجد میں آئے اور مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر ان تمام حضرات نے لوگوں کو پکارا اور فرمایا:

''خبردار! بے شک چالیس گھروں تک پڑوسی ہوتا ہے اور وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہو۔''

بحوالہ: ہمسایوں کے حقوق

مراسلہ: زبیر الحسن

بقیہ:

ایسا تھا وہ دیوانہ

آہ! میرے مسلمان بھائیو! آج ہم پر کیسا وقت آن پڑا ہے۔ ایک وقت ہوا کرتا تھا کہ ہماری پوری عالم انسانیت پر حکومت ہوا کرتی تھی۔ مسلمانوں کی ہیبت سے دنیا کی اس وقت سپر پاور قیصر و کسریٰ کے دربار پر ہیبت طاری ہوجاتی تھی کیا ہوا کہ ہم پستی میں چلے گئے؟ وجہ صرف ایک ہی ہے کہ ہم نے خدا سے منہ موڑ لیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا چھوڑ دیا۔ انصاف سے کام لینا چھوڑ دیا۔ پیسے کو اصل مقصد زندگی بنالیا۔ آزادی کو چھوڑ کر غلامی کو چن لیا۔ تلوار اٹھانی چھوڑی دی۔ اپنے حق کے لئے لڑنا چھوڑ دیا۔

پھر غلامی ہمارا مقدر بن گئی۔ آج دیکھو ہر طرف مسلمانوں پر ہی ظلم و ستم ڈھایا جارہا ہے۔ آج ہم پر ایسا وقت آن پڑا ہے کہ جب جس کافر کا دل چاہتا ہے ہمارے آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کریتا ہے۔ ہم کب سے بے غیرت بن گئے؟ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو راتوں کو اٹھ اٹھ کر اپنے رب سے اپنی امت کے لئے دعائیں مانگتے تھے۔ وہ نبی شفیق رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس نے طائف کی وادی میں پتھر کھائے۔ ہم حشر والے دن اپنے اس پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سامنا کیسے کرینگے کہ ہم انکی ناموس کی حفاظت بھی ناں کرسکے۔

خدا کی قسم! اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناموس نہ رہی تو پھر ہمیں بھی اپنی جانوں کی ضرورت نہیں ہے۔ بس احتجاجی مظاہرے اور جلاؤ گھیراؤ کر کے بیٹھ کہ ہمارا فرض پورا ہوا؟

ہم کیسے چین و سکون سے بیٹھ سکتے ہیں، جس نے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کی اس کا قتل واجب ہے۔ خدا کی قسم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والا اگر کعبے کے پردے سے بھی لپٹ جائے تب بھی اسے قتل کردو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے نبی کو گالی دی اسے قتل کردو! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے لعنت کردی ہے ان پر دنیا اور آخرت میں“ (احزاب: ۵۷)

وہاں موجود تمام لوگوں کی آنکھوں سے اشک رواں ہوگئے ہر ایک کی خواہش تھی کہ وہ اس ملعون کا سر اپنے ہاتھوں سے قلم کردے۔ وہاں ایک ایسا شخص بھی موجود تھا جس نے صدق

دِل سے اپنے رب سے اس کے گھر میں بیٹھ کر اس سے ایک وعدہ کیا تھا اور دعا کی تھی کہ وہ رب اس کی ضرور مدد فرمائیگا۔ تاکہ وہ اس کے محبوب کی شان میں گستاخی کرنے والے سے اسکا حساب لے۔ نیت سچی تے منزل آسان۔

خدا کی قسم! جس نے میرے پاک نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کی وہ زیادہ دیر اس دنیا میں نہیں رہیگا۔

جمعہ کی نماز پڑھنے کے بعد سیف مسجد سے باہر نکلا تو اسے احسن مل گیا۔

"احسن! آج تم مسجد نہیں آئے نماز پڑھنے؟"

"ہاں یار! آج ہمارے گھر مہمان آئے ہوئے ہیں ناں اس لئے۔"

سیف نے دیکھا، احسن کے ہاتھ میں بسکٹ کے پیکٹ تھے جو کہ فرانس کی کمپنی کے بنائے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر اس کا خون کھول اٹھا۔

"احسن! تم فرانس کی اشیاء خرید رہے ہو تم جانتے بھی ہو کہ مسلمان فرانس کی اشیاء کا بائیکاٹ کر رہے ہیں۔ پھر بھی تم؟"

"بائیکاٹ سے کیا ہوگا بھلا، انسان کو عملی اقدام اٹھانا چاہئے نا کہ یہ بائیکاٹ وغیرہ کرکے"

"افسوس ہو رہا ہے مجھے تمہاری سوچ پر احسن! آج مجھے بابا کی بات سو فیصد درست لگی ہے۔ صرف نعتیں پڑھ لینے سے کوئی عاشقِ رسول نہیں بن جاتا۔ انسان کو باہر سے نہیں اندر سے خوبصورت ہونا چاہئے۔ نام کا نہیں کردار کا غازی بننا چاہئے اور عنقریب تم اس غازی کو دیکھو گے۔" یہ کہہ کر سیف وہاں سے چلا گیا۔

احسن بھی کندھے اچکا کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ وہ اپنی منزل کی طرف نکل کھڑا ہوا تھا مگر اسے کوئی راستہ سجھائی نہ دے رہا تھا۔ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا اور گھنے جنگل میں کہیں سانپ کہیں بچھو تو کہیں خطرناک بھیڑیے تھے اسے لگا کہ وہ اپنی منزل پر ناں پہنچ پائیگا۔ مگر پھر اسے یاد آیا کہ اسے وہاں کیوں جانا تھا؟ اس نے آسمان کی طرف دیکھا اور مدد کے لئے اپنے رب کو پکارا۔

الٰہی میں اکیلا ہوں تو میرا سہارا اور مددگار بن جا! میں کمزور ہوں تو مجھے طاقت عطاء فرما! آگے اندھیرا ہے منزل دور ہے تو روشنی عطاء فرما! اور منزل آسان کردے۔

وہ ہاتھ اٹھائے آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ آنسوؤں کی لڑیاں جاری تھیں۔ تبھی یکدم ایک روشنی کی تیز کرن نظر آئی۔

سانپ بچھو اور بھیڑیوں کی آنکھیں روشنی سے چندھیا گئیں اور پھر وہ دیوانہ پیچھے دیکھے بغیر آگے بڑھتا ہی گیا۔ اس کی آنکھ والد صاحب کی

صدا سے کھل گئی۔

''بچے! آج تہجد کے لئے نہیں اٹھنا کیا؟''

وہ جلدی سے اٹھ گیا۔

''جی بابا! میں ابھی وضو کر کے آیا۔''

تھوڑی دیر بعد دونوں باپ بیٹا صحن میں جائے نماز بچھائے نماز تہجد ادا کر رہے تھے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد سیف اپنے والد سے گویا ہوا۔

''بابا! آج میں نے ایک عجیب خواب دیکھا۔ اس سے پہلے بھی ایک خواب مجھے مسلسل تین راتوں سے آرہا تھا۔''

''کیسا خواب؟'' سیف الاسلام نے اپنے دونوں خواب اپنے والد کے گوش گزار کئے۔ خواب سن کر مولوی عبدالمتین مسکرائے۔ وہ اشارہ سمجھ چکے تھے۔

''میرے بچے! یہ تو بڑے مبارک خواب ہیں۔ ان شاء اللہ جلد ہی تمہیں ان کی تعبیر بھی معلوم پڑ جائیگی۔''

''آپ کو پتہ ہے کل مجھے احسن ملا تھا'' وہ کچھ سوچ کر بولا۔ سیف نے پوری بات باپ کو بتادی۔

''بابا! میں نے اپنے اللہ سے وعدہ کیا ہے کہ میں اس ملعون کا قتل کرونگا۔ میں دنیا والوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ دور دراز کے پسماندہ گاؤں کا بچہ بھی حب النبی سے مالا مال ہے۔

میں سب کو دکھانا چاہتا ہوں کہ میں صرف نام کا غازی یا صرف نام کا سیف الاسلام نہیں بلکہ میں اصل میں کردار کا غازی اور اسلام کی تلوار بن کر اپنے پاک نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہتا ہوں۔ دکھانا چاہتا ہوں کہ اس دنیا میں اب بھی کئی غازی علم دینؒ اور عامر چیمہ شہیدؒ موجود ہیں۔''

بیٹے کی گفتگو سن کر باپ کا سینہ فخر سے تن گیا۔ اسی دن کے لئے تو اس نے اپنے شیر کی ایسی تربیت کی تھی۔ اس واقعہ کو کئی ہفتے بیت گئے تھے۔ سب آہستہ آہستہ اس واقعہ کو بھول کر دوسرے مسئلوں کی طرف متوجہ ہو گئے تھے مگر ایک انسان تھا جس کے دل میں انتقام کی آگ شدت اختیار کر چکی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ قدم بہ قدم خاموشی سے اللہ کی مدد سے اپنا راستہ بنا رہا تھا۔ اس نے اپنی ہر قیمتی چیز بیچ دی تھی۔ باپ نے پورا تعاون کیا تھا۔ اللہ کی مدد ساتھ تھی ہر مشکل راستے آسان ہو گئے۔ پاسپورٹ بنا ویزہ لگ گیا اور پھر وہ سیاح بن کر وہ دیوانہ فرانس روانہ ہو گیا۔

جاتے وقت باپ نے اسے گلے سے لگایا۔ اس نے مسکرا کر باپ سے کہا۔

''بابا اگر میں کامیاب ہوا تو غازی و گرنہ شہید مگر اللہ سے کیا وعدہ ضرور پورا کرونگا اور دنوں صورتوں میں سرخرو ٹھہروں گا۔ گستاخانِ رسول کو معلوم پڑے کہ اگر وہ دنیا کے کسی بھی کونے میں چھپ جائیں تو بھی عاشقانِ رسول کے غضب سے بچ نہ پائینگے۔''

وہ فرانس کی سرزمین پر قدم رکھ چکا تھا دوستوں کو معلوم پڑا تو حیران رہ گئے کہ کیسا دیوانہ آدمی تھا۔ وہ دشمن کی تاک میں تھا اور پھر اللہ نے اسے موقع دے دیا۔

پیرس میں ایک بڑا سیاسی جلسہ تھا۔ اس جلسے میں اس ملعون نے بھی شرکت کرنا تھی۔ وہ بھی وہاں آگیا تھا۔ وہ موقع کی تلاش میں تھا۔ وہ تقریر کر کے جونہی اسٹیج سے نیچے اترا وہ عاشقِ رسول اس پر جھپٹ پڑا۔ چھپائے گئے خنجر سے اس کے سینے پر پے در پے وار کرنے لگا۔ وہاں بھگدڑ مچ گئی تھی۔ وزیر گر کر تڑپنے لگا۔ جب پولیس کو صورتحال کا علم ہوا تو اس نے غازی سیف الاسلام پر چاروں طرف سے فائر کھول دیا۔ وزیر جہنم واصل ہو چکا تھا اور غازی سیف الاسلام نے بھی اپنا وعدہ وفا کر دکھایا تھا۔

پوری دنیا میں یہ جلسہ لائیو دکھایا جا رہا تھا۔ سب نے اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا تھا۔ تھوڑی دیر بعد غازی سیف الاسلام کا نام پوری دینا میں گونجنے لگا۔ کل کا ایک عام سا گاؤں کا رہنے والا نوجوان آج عالم اسلام میں ہیرو کا درجہ پا چکا تھا۔ باپ کا سر فخر سے بلند ہو گیا تھا۔ کل اس پر ہنسنے والے آج اس پر رشک کر رہے تھے۔ ہاں ایسا تھا وہ دیوانہ!

عجب ایک شان سے دربارِ حق میں سرخرو ٹھہرے
جو دنیا کے کٹہروں میں عدو کے روبرو ٹھہرے
پھرے گلشن میں جن پر انگلیاں اٹھی وہی غنچے
فرشتوں کی کتابوں میں چمن کی آبرو ٹھہرے

لاکھوں کروڑوں درود و سلام اس نبی پاک ﷺ پر کہ اس کی عمر کا ہر لمحہ اور ہر ادا کردہ کلمہ اہل عالم کے لئے اسوہ ہو کر رہا۔ لاکھوں کروڑوں درود و سلام اس ہادی کامل ﷺ پر کہ اس کے واسطے سے اہل عالم کو گمراہی، لاعلمی، ہوس کاری اور مکاری سے رہائی ملی۔ اے ہمارے پیارے رب! ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ ہادی عالم کو وہ محل محمود عطاء کر جسکا وعدہ آپ نے کیا اور ہمیں قیامت کے دن اپنے محبوب کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔ (آمین)

ہر گستاخِ رسول یاد رکھے! جب تک دنیا میں ایک بھی اہل ایمان عاشقِ رسول موجود رہیگا وہ اسکا تعاقب جاری رکھے گا یہاں تک کہ وہ اسے نشانِ عبرت نہ بنا دے یاد رکھنا!

❁❁❁❁

بقیہ:

یوم تجدید عہد

امیر شریعت سید عطاءاللہ شاہ بخاری نے فرمایا: تصویر کا ایک رخ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی میں یہ کمزوریاں اور عیوب تھے، اس کے نقوش میں توازن نہ تھا۔ قدوقامت میں تناسب نہ تھا، اخلاق کا جنازہ تھا، کریکٹر کی موت تھی، سچ کبھی نہ بولتا تھا، معاملات کا درست نہ تھا، بات کا پکا نہ تھا، بزدل اور ٹوڈی تھا، تقریر و تحریر ایسی ہے کہ پڑھ کر متلی ہونے لگتی ہے لیکن میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ اگر اس میں کوئی کمزوری بھی نہ ہوتی، وہ مجسمہ حسن و جمال ہوتا، قویٰ میں تناسب ہوتا، چھاتی 45 انچ کی، کمر ایسی کہ سی آئی ڈی کو بھی پتہ نہ چلتا، بہادر بھی ہوتا، کریکٹر کا آفتاب اور خاندان کا ماہتاب ہوتا، شاعر ہوتا، فردوسی وقت ہوتا، ابوالفضل اس کا پانی بھرتا، خیام اس کی چاکری کرتا، غالب اس کا وظیفہ خوار ہوتا، انگریزی کا شیکسپیئر اور اردو کا ابوالکلام ہوتا پھر نبوت کا دعوی کرتا تو کیا ہم اسے نبی مان لیتے؟

نہیں ہر گز نہیں، میاں! آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کائنات میں کوئی انسان ایسا نہیں جو تخت نبوت پر سج سکے اور تاج نبوت و رسالت جس کے سر پر ناز کرے۔

قارئین کرام! سات ستمبر 1974 کا دن صرف پاکستان کے لیے ہی نہیں، بلکہ پوری امت مسلمہ کے لیے انتہائی تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا تحفظ ہوا۔

اس تاریخی اور عظمت کے حامل دن کو تو چاہئے تھا کہ پوری قوم ملکی اور سرکاری سطح پر مناتی، اس کے لیے مجالس منعقد کی جاتیں، پروگرام ہوتے، شکرانے کے نوافل ادا کئے جاتے اور آئندہ کے لیے اس فتنے اور اس طرح کے دیگر فتنوں سے تحفظ کی دعائیں بھی مانگی جاتیں اور ان سے بچنے، خصوصاً نسل نو کو اِن سے بچانے اور محفوظ رکھنے کی تدابیر سوچی جاتیں اور اس کے مطابق عملی اقدامات کئے جاتے، زندہ قومیں اس طرح کے تاریخ ساز اور تابناک ایام و لمحات کو نہ صرف یاد رکھتی ہیں، بلکہ زندہ بھی رکھتی ہیں، مگر یہ دن آتا ہے اور گزر جاتا ہے کسی کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ کتنا اہم اور عظیم دن گزر گیا اور ہم سے مطالبہ کر گیا۔

یہ ہماری اجتماعی اور قومی بے حسی کی علامت ہے۔ لہذا عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ، نسل نو کے ایمان کی حفاظت اور قادیانیت کے کفر کو بے نقاب کرنے کیلئے ہر ایک مسلمان کو اپنا اپنا کردار ادا کرنا ہوگا تاکہ وہ دنیا و آخرت میں سرخرو ہو سکے۔

انوکھا انٹرویو

20

انعم توصیف

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

انو منو حاضر ہے آپ کی خدمت میں ایک نئے مہمان کے منفرد انٹرویو کے ساتھ۔

امید ہے آپ سب ایمان کی بہترین حالت میں خیر و عافیت کے ساتھ ہوں گے۔ آئیے اپنے مہمان سے گفتگو کا آغاز کرتے ہیں۔

انو منو: السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

مہمان: وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

انو منو: اپنا اسم گرامی اور ساتھ ہی اپنا حال احوال بتائیے۔

مہمان: جی مجھے ”تجوید“ کہتے ہیں اور میں الحمدللہ اچھی حالت میں ہوں۔ بس آپ تمام مسلمان میرا خیال رکھیں گے، تو میں مزید بہترین حالت اختیار کرلوں گی ان شاءاللہ۔

انو منو: ان شاءاللہ! ہمیں اپنے نام کا مطلب تو بتائیے!

مہمان: لغوی اعتبار سے میرے معنی ہیں ”کسی کام کو عمدہ کرنا یا سنوارنا“ اور اصطلاحی اعتبار سے حروف کو ان کے مخارج و صفات سے ادا کرنا میرے معنی ہیں۔

انو منو: کس کے حروف عمدہ سنوارنا؟ ذرا واضح کیجیے!

مہمان: اللہ کے کلام قرآن مجید کے حروف کو سنوارنا۔ قرآن مجید کے حروف کو اس کے نزول شدہ طریقے کے مطابق عربی لب ولہجہ میں میرے مطابق پڑھنا، غلط اور مجہول طریقے سے بچانا یہ ہی میرا مقصد ہے۔

انو منو: آپ نے مخارج کا ذکر کیا ہے۔ اس سے کیا مراد ہے؟

مہمان: مخارج لفظ اخراج سے نکلا ہے۔ یہاں اس سے مراد ہے حرفوں کے نکلنے کی جگہ، یعنی ہمارے منہ کے وہ مقامات جہاں سے

حروف ادا ہوتے ہیں۔

انومنو: یہ تو بتائیں کل کتنے ہوتے حروف ہیں اور کل کتنے مخارج ہیں؟

مہمان: قرآن پاک عربی زبان میں نازل ہوا ہے۔عربی میں کل 29 حرف تہجی ہیں۔ یہ 29 حرف تہجی ہمارے منہ کے مختلف سترہ مقامات سے ادا ہوتے ہیں۔یعنی کل سترہ مخارج ہیں۔

انومنو: صفات کا آپ نے ذکر کیا تو اس کے کیا معنی ہوئے؟

مہمان: دیکھیے! کچھ حروف موٹے پڑھے جاتے ہیں جیسے خ،ص،ض،ط،ظ،غ اور ق۔کچھ حروف نرمی سے ادا کیے جاتے ہیں جیسے ث،ذ اور ظ،کچھ حروف سختی سے ادا کیے جاتے ہیں جیسے ز،س اور ص۔اب یہ ان کی خوبیاں ہیں جن کے مطابق یہ ادا ہوتے ہیں۔تو انہیں ان حرفوں کی صفات کہا جائے گا۔

انومنو: اگر حرفوں کو آپ کے ساتھ ادا نہ کیا جائے تو؟

مہمان: تو۔۔۔اس سے تو بہت سے مسائل ہو جائیں گے۔آپ یہ بتائیں اگر اردو میں آپ کسی سے بات کریں اور ''ہے'' کی جگہ ''تھا'' کہیں، ''وہ'' کی جگہ ''یہ'' کہیں۔ بنا رکے بس بے ترتیب بولتے ہی چلے جائیں تو آپ کے کلام پہ کتنا فرق پڑے گا؟

انومنو: اس سے تو ہماری بات کا مطلب ہی بدل جائے گا۔ہم کہیں گے کچھ، سامنے والا کچھ اور سمجھے گا۔

مہمان: بالکل ایسا ہی بنا تجوید کے پڑھنے کی صورت میں ہوگا۔میں آپ کو مثال دے کر سمجھاتی ہوں۔قرآن پاک میں سورہ اخلاص کی پہلی آیت ہے۔

''قُل ھُوَ اللہُ اَحَد''

اس کے معنی ہیں۔

''کہو وہ اللہ ایک ہے۔''

اب اگر کوئی شخص جس کو میرا علم نہیں ہوگا۔ وہ ''ق'' کی جگہ ''ک'' پڑھ دے گا۔یعنی موٹے ق کی جگہ باریک ک پڑھ دے گا۔تو نعوذ باللہ معنی تبدیل ہو جائیں گے اور کہو کے بجائے معنی بنے گا ''کھاؤ''۔کیونکہ ''کُل'' کے معنی عربی میں کسی کو کھانے کا حکم دینے کے ہوتے ہیں۔

انومنو: استغفرُ للہ! اس طرح تو ہمیں کتنا گناہ ملے گا۔

مہمان: یہ تو ایک چھوٹی سی مثال ہے۔ اب آپ پورے قرآن پاک کا سوچیے۔

انومنو: یہ تو بہت اہم مسئلہ ہے۔جس کی جانب ہم میں سے اکثر لوگ توجہ نہیں دیتے۔

مہمان: میں یہی درد دل لے کر آج آپ

کے پاس آئی ہوں۔

مجھ پہ توجہ دے کر ہی آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پہ عمل کر سکتے ہیں۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قرآن کو اپنی آوازوں سے مزین کیا کرو!" (رواہ ابوداؤد)

مزین کرنے کا مطلب ہے کہ خوب صورتی کے ساتھ پڑھنا۔ جب تک آپ مجھ سے واقف نہیں ہوں گے، آپ قرآن پاک کو کس طرح آوازوں سے مزین کر سکیں گے۔

اس کا اندازہ آپ ایسے لگا سکتے ہیں کہ کوئی ایک شخص جو مجھ سمیت تلاوت کرتا اور دوسرا وہ جو میرے بغیر تلاوت کرتا ہے، آپ ان دونوں کی تلاوت سنیے۔ آپ کو فرق معلوم ہو جائے گا۔

انو منو: اگر کوئی کوشش کے باوجود بھی آپ کو نہ سیکھ سکے۔

مہمان: کوشش کرنا آپ کے ذمہ ہے، نتیجہ اللہ کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ بہت زیادہ محنت کرنے کے بعد بھی اگر مجھے نہ سیکھ سکیں تو آپ کا یہ عذر کہلائے گا لیکن یہ جان کر کہ مجھ سمیت قرآن پاک کی تلاوت ضروری ہے، آپ پھر بھی کوئی توجہ نہ دیں تو یہ مقام فکر ہے۔

انو منو: کیا نماز میں بھی آپ کا خیال رکھنا ضروری ہے؟

مہمان: نماز دراصل اپنے رب سے ملاقات کا ذریعہ ہے۔ آپ اپنے رب کے سامنے اس کی تعریف و بڑائی بیان کرتے ہیں۔ اس کے کلام پاک کی تلاوت کرتے ہیں۔ لیکن جب الفاظ کی ادائیگی ہی درست نہیں ہوگی تو کیا آپ کی نماز درست ہو جائے گی؟

انو منو: بالکل بھی نہیں۔ یہ تو بہت اہم نکتہ بتایا ہے آپ نے۔

مہمان: قرآن پاک کو عربی لہجے کے مطابق پڑھنے کا حکم ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"قرآن کریم کو عربی لحن میں پڑھو!"

(شعب الایمان، حدیث نمبر: ۲۵۴۱)

مجھے سیکھنے سے ہی آپ اس لہجے میں تلاوت کر سکتے ہیں۔

اگر آپ میری اہمیت جاننے کے بعد بھی مجہول انداز میں قرآن پاک پڑھتے رہیں گے تو ثواب کے بجائے گناہ کے مستحق ٹھہریں گے۔

انو منو: اللہ پاک ہم سب کو اس عظیم گناہ سے محفوظ رکھے۔ آمین

آپ کو سیکھنے کی کوشش کس طرح ممکن ہے؟

مہمان: دیکھیے! نیت سچی ہو تو اللہ تعالیٰ

راستے خود بنا دیتا ہے۔ آپ جیسے دنیا کے لیے محنت کرتے ہیں، ویسی ہی دین کے لیے کریں گے تو اللہ آپ کی مدد کرے گا ان شاء اللہ۔

آج کل تو اتنی آسانی ہوگئی ہے کہ گھر بیٹھے ہی لوگ آن لائن کورس کروا رہے ہیں۔ آپ کو گھر سے نکلنے کی بھی ضرورت نہیں۔ آن لائن قرآن اکیڈمیوں کی بھرمار ہے۔

لیکن ایک بات یاد رکھیے۔ پڑھتا اور پڑھاتا وہ ہی ہے جس کو اللہ چاہے۔ آپ لاکھ ادارے کھول لیجیے مگر جب تک اللہ نہیں چاہے گا، وہ آپ کو توفیق نہیں دے گا آپ قرآن پاک نہیں پڑھ سکتے۔

جس طرح دنیا مانگتے ہیں ویسے ہی آپ سب دین کے کاموں کی بھی توفیق مانگیں اور ایک اہم بات قرآن پاک صرف مدرسوں تک محدود نہ رہے۔ اسکولوں میں بھی بچوں کو تجوید پڑھانے کا اہتمام کیا جائے۔ جب بچے تھوڑے سمجھدار ہو جائیں تو ان کو باقاعدہ تجوید کے اصول وقوانین یاد کروائے جائیں، ان کا امتحان لیا جائے۔

انومنو: یہ بہت ہی اچھی تجویز دی ہے آپ نے۔ یہ کوشش اسکول انتظامیہ کو ضرور کرنی چاہیے۔

مہمان: میری خواہش ہے کہ آپ سب مسلمان مجھے سیکھیں اور اس کے ساتھ یا بعد قرآن پاک کے معنی و مطالب کو سیکھنے کی بھی کوشش کیجیے۔ اب مجھے اجازت دیجیے!

اللہ آپ کی یہ محنت قبول کرے!

انومنو: اللہ حافظ!

❁❁❁❁

دوستو! یہ تھیں ہماری مہمان..... جن کی گفتگو سن کر یقیناً آپ کے دل میں تجوید سیکھنے کی خواہش پیدا ہوگی۔

مجھے بھی پہلے تجوید سے قرآن پاک پڑھنا نہیں آتا تھا۔ میں بھی اس کی اہمیت نہیں جانتی تھی۔ لیکن اللہ نے سکھا دیا۔ جب سیکھ لیا تو الحمدللہ تلاوت میں لذت آگئی۔

آپ بھی سیکھیے ان شاء اللہ آپ کو دلی خوشی ملے گی۔ میری دعا ہے کہ اللہ ہم سب کی مدد کرے اور ہمیں ان لوگوں میں شامل کرے جو قرآن پاک سے خود کو جوڑ کے رکھتے ہیں۔ آمین

اللہ نے چاہا تو ملیں گے ایک اور انوکھے مہمان کے ساتھ تب تک کے لیے اللہ حافظ!

دعا دیجیے! دعا لیجیے! اور دعا کیجیے!

❁❁❁❁

وہ ایک بہادر قریشی خاتون تھیں۔ان کے والد محترم کا نام شیبہ اور والدہ کا نام ہالہ تھا۔ان کا پہلا نکاح حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے بھائی سے ہوا،لیکن کچھ عرصے کے بعد وہ وفات پا گئے۔

پہلے شوہر کی وفات کے بعد ان کا دوسرا نکاح حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہ کے بھائی کے ساتھ ہوا۔

اس سے ان کی اولاد ہوئی اور یہ ان خاتون کے لیے بڑے شرف کی بات ہے کہ ان کے بیٹوں میں سے ایک بیٹا آپ ﷺ کا قریبی ساتھی بنا اور اس کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے۔

انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے فوراً بعد اسلام قبول کر لیا تھا۔انہوں نے اپنے بچوں کی اعلیٰ تربیت کی اور انہیں عرب کے مروجہ تمام جنگی فنون سے آراستہ کیا، چنانچہ آگے چل کر ان کے بیٹے مشہور سپہ سالار بنے اور اسلام کو خوب فائدہ پہنچایا۔وہ خود بھی بہت بہادر تھیں،حتی کہ غزوۂ خندق میں انہوں نے ایک یہودی جاسوس کو بھی قتل کر دیا تھا۔یہ جاسوس تمام مسلمان خواتین کے لیے خطرہ بننے والا تھا۔

وہ مسلمانوں کے قلعے کی جاسوسی کرنے آیا تھا تاکہ واپس جا کر دیگر یہودی فوجیوں کو قلعے کے حالات بتا سکے۔

یہودیوں کا خیال تھا کہ قلعے میں کوئی مرد جنگجو

نہیں ہے اور سارے مسلمان مرد خندق کھودنے کے لیے چلے گئے ہیں، لہٰذا ہم قلعے میں گھس سکتے ہیں، لیکن ان بہادر خاتون نے یہودی جاسوس کو مار گرایا اور اس کا سر کاٹ کر قلعے کی دیوار کے پار پھینک دیا۔

یہ دیکھ کر باہر کھڑے یہودی فوجیوں کے ہوش اڑ گئے اور ان کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ سب بھاگ نکلے۔

غزوہ احد میں بھی وہ بے جگری سے لڑیں اور ایک نیزہ تھامے کافروں کو گراتی نظر آئیں۔ یہ منظر دیکھ کر نبی ﷺ بہت خوش ہوئے تھے اور ان کی بہادری کی تعریف فرمائی تھی۔

شجاعت و بہادری کے ساتھ ساتھ ان میں اعلیٰ اخلاقی صفات بھی بدرجہ اتم موجود تھیں۔ وہ ادبی ذوق بھی رکھتی تھیں اور شعر کہا کرتی تھیں۔ انہوں نے آپ ﷺ کی وفات پہ ایک درد بھرا مرثیہ بھی کہا تھا۔ ان کی وفات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں تہتر برس کی عمر میں ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہا جنت البقیع میں آرام فرما ہیں۔ ہاں جی تو بوجھیے کہ ان کا نام کیا ہے؟

وہ کون تھے سلسلہ ماہ محرم الحرام
کا درست جواب:
حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ

وہ کون تھے؟؟

شمارہ محرم ۱۴۴۴ ہجری کے انعام یافتہ

مہوش فخر...... ڈیرہ اسماعیل خان

درست جواب ارسال کرنے والے دیگر قارئین

گلزار احمد...... ڈیرہ اسماعیل خان۔ بنت عبد الہادی...... کہروڑ پکا۔ ابوبکر زاہد...... لودھراں۔ ہمشیرہ نور عالم...... چارسدہ۔ خاور شفیق...... راولپنڈی۔ عذرا شفیق...... راولپنڈی۔ بنت نور الامین...... کوئٹہ۔ آمنہ شہزاد...... اسلام آباد۔ خدیجہ رفیق...... بہاولپور۔ قاری زاہد بشیر...... کراچی۔ عمار حسین...... کفایت اللہ...... محمد عمر...... دانیال حسن۔

دانش کدہ

جہاں امام العقلاء، شاہ نبلاء بوجھ بجھکڑ آپ کی مشکلات کے جواب دیتے ہیں

محترم جناب بوجھ بجھکڑ صاحب!
جب پیپر پاس آتا ہے تو کانپیں ٹانگ کیوں جاتی ہیں؟

☆ پیپر پاس آنے پر نہیں فیل آنے پر ایسا ہوتا ہے۔

مریم ربنواز

❀❀❀❀

محترم جناب بوجھ بجھکڑ صاحب!
لوگ اردو میں بھی بولتے ہیں اور انگلش میں بھی لیکن حساب میں کیوں نہیں بولتے؟

☆ انسان جس زبان میں بھی بولتے ہیں حساب میں بولتے ہیں۔

نایاب ربنواز

❀❀❀❀

محترم بوجھ بجھکڑ صاحب!
آپ نے جشن آزادی کیسے منایا؟

☆ ہاں ں ں ہاں ں ں ں سنتے ہوئے۔

(زین احمد، کراچی)

❀❀❀❀

میرے ساتھ ایک مسئلہ ہے میں جب بھی

تحریر لکھتی ہوں وہ جیسے ہی ذرا لمبی ہوتی ہے میں بھول جاتی ہوں کہ پیچھے کیا لکھ آئی ہوں۔ بہت پریشان ہوں کوئی حل بتائیں کیا کروں؟

☆ اس مسئلے کو اپنے ساتھ نہ رہنے دیں دور کر دیں

(ہمشیرہ محمد احمد، جامشورو)

❁❁❁❁

محترم بوجھ بجھکڑ!

فرض کریں آپ ایک کھلے سمندر میں کشتی پر ہیں اور اچانک آپ کی کشتی میں سوراخ ہو جاتا ہے آپ کیا کریں گے؟

☆ پہلے کھلے سمندر اور بند سمندر کا فرق واضح کریں۔

(ابوبکر، معاویہ، فیصل آباد)

❁❁❁❁

بوجھ بجھکڑ جی!

میں اپنے ہاتھ سے ایک ہاتھی کو اٹھا سکتا ہوں۔کیا آپ ایسا کر سکتے ہیں؟ دیکھتے ہیں آپ کی ذہانت کیا کہتی ہے؟

☆ آپ تو ہاتھ سے اٹھاتے ہیں ہمارے چڑیا گھر کا مہاوت ہاتھ لگائے بغیر اٹھا لیتا تھا۔

(خلیل احمد، شجاع آباد)

❁❁❁❁

محترم بوجھ بجھکڑ صاحب!

میں ایک خواب دیکھتا ہوں کہ ایک چیز ہے جس کی بڑی بڑی آنکھیں ہیں۔میں اس کی آنکھوں میں ہاتھ ڈالتا ہوں تو وہ مجھے کاٹ لیتی ہے۔بتائیں وہ کیا ہے؟

☆ یہ خواب آپ نے سونے سے پہلے دیکھا ہے یا جاگنے کے بعد؟؟

(محمد عرفان بن مجاہد)

❁❁❁❁

دہلی کے حاکم کا واقعہ

دہلی کے ایک حاکم نے مرتے وقت یہ وصیت کی کہ مجھے حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے پاس دفن کر دینا۔ چنانچہ وہ وہیں دفن کیا گیا۔ اس کے مرنے کے بعد (اس کے گھر والوں میں سے) کسی نے خواب میں دیکھا کہ حضرت نظام الدینؒ بارگاہِ الٰہی میں گڑ گڑا کر عرض کر رہے ہیں کہ یا اللہ وہ میرے پاس اس امید سے آیا تھا کہ تو اس کو بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔

(مراسلہ: محمد کاشف)

آدھی ملاقات

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے کہ آپ سب اللہ کے فضل سے خیر وعافیت سے ہونگے دعا ہے کہ اللہ آپ سب کو ہمیشہ اپنے حفظ وامان میں رکھے ہر جنس وانس کے شر اور فتنوں سے محفوظ رکھے۔آمین۔

محترم مدیر صاحب پہلی بار خط لکھ رہی ہوں حالانکہ بہت سالوں سے اس رسالے کی خاموش قاریہ ہوں اصل بات کی طرف آنے سے پہلے صرف ایک بات کہنا چاہتی ہوں۔کہ ویسے تو سب لکھاری زبردست لکھتے ہیں،لیکن زبیر طیب بھائی ”زندہ باد“”پائندہ باد“لیکن اللہ کا واسطہ زبیر بھائی اللہ کا واسطہ آپ نے جو نیا سلسلہ شروع کرنا ہے نا تو”جانباز“ کی طرح مہینے مہینے بھر غائب مت رہئے گا۔مہینے بعد رسالہ ملتا ہے اور اس میں بھی آپ کو غائب پا کر ہمیں مرض ہونے لگتا۔(اگر سچائی بری لگی ہو تو معذرت)

محترم مدیر صاحب مجھے لکھنے کا بہت شوق ہے میرا بہت دل چاہتا ہے کہ میں بھی کوئی کہانی لکھوں لیکن میرے ساتھ مسئلہ یہ ہے کہ مجھے خود سے کہانی بنانا نہیں آتا اس لئے اس کا ایک حل سوچا کہ خود سے بنانے کی کیا ضرورت ہے کہ جبکہ ہمارے اردگرد اتنے کردار اور کہانیاں بکھرے بڑے ہیں لہذا ہم نے ایک سچی کہانی لکھی جس میں کچھ اپنے جذبات کی کچھ اپنے سے وابستہ چھوٹے چھوٹے بچوں کے جذبات کی ترجمانی کی۔شاید کہ کوئی اور بچہ اسے پڑھ کر اسی راہ پہ گامزن ہونے کا عزم کریں۔

بہرحال اب میں اسے آپ کی خدمت میں بھیج رہی ہوں مجھے آپ سے سو فیصد امید ہے کہ آپ اسے ضرور شائع کرینگے اگر کہانی کچھ لمبی ہو تو اک دو قسطوں میں شائع کردیں لیکن کہانی میں سے کچھ بھی مت کاٹیے آپ کی بہت بہت مہربانی ہوگی۔

آخر میں غازیان اسلام اور محترم امیر المجاہدین کو دل کی گہرائیوں سے مودبانہ سلام۔

منزہ جمیل بنت محمد جمیل ضلع چارسدہ

محترم مدیر!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے کہ آپ سب ایمان اور صحت کی بہترین حالتوں میں ہوں گے۔ اللہ رب العزت سے دعا گو ہوں کہ اللہ کریم آپ کی طرف بڑھنے والے ہر شر کو خیر میں بدل دیں۔ (آمین ثم آمین)

مدیر محترم ہمیں پچھلے دو مہینوں سے رسالے موصول نہیں ہو رہے۔ مسلمان بچے اور بناتِ عائشہ یہ دونوں رسالے ہمارے فیورٹ سالوں میں شامل ہیں۔ ہمیں ان کا ہر مہینے شدت سے انتظار رہتا ہے۔

امید واثق ہے آپ کی کاوشوں کی بدولت ہمیں جلد رسالے موصول ہوں جائیں گے۔ اللہ کریم آپ کو اور تمام مجاہد بھائیوں کو اپنے حفظ و امان میں رکھے (آمین)

والسلام

مریم ربنواز

۞۞۞۞

السلام علیکم محترم مدیر مسلمان بچے

امید ہے آپ اور آپ کی ٹیم سب خیریت سے ہوں گے۔ اگست کا شمارہ کچھ تاخیر سے ملا مگر مل ہی گیا۔ ادارے نے آن لائن رسالہ دینے کی جو مہم شروع کی ہوئی ہے یہ بہت اچھی ہے۔ کیونکہ ہمیں ڈاک کے ذریعے رسالہ مل ہی نہیں سکتا۔ دور دراز کے دیہات میں ہونے کی وجہ سے ہمارا واحد سہارا انٹرنیٹ پر موجود بصورت پی ڈی ایف رسالہ ہے۔ اس کے پڑھنے میں وہ مزہ تو نہیں مگر پھر بھی نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر ہے۔

اگست کا شمارہ بہت اعلیٰ اور سرورق بھی بہت خوب رہا۔ مدیر محترم کی اشہر الحرم کے متعلق ایک یاد دہانی پڑھ کر خود سے عزم کیا۔ اس کے علاوہ حضرت امیر محترم حفظہ اللہ کی تحریر سب سے پہلے پڑھتی ہوں اور ان کی صحت وسلامتی کے لئے دعا کرتی ہوں۔ ان کی تحریر بہترین تحفہ بہت ہی زبردست اور بہت ہی باکمال تھی۔ شکریہ حضرت امیر محترم!! مدیر صاحب سے بھی گزارش ہے کہ وہ بھی ہمارے لئے کچھ لکھا کریں آپ کی تحریریں بہت اچھی اور سبق آموز ہوتی ہیں۔

اس کے علاوہ سبھی تحریریں بہت اچھی تھیں جس میں سے اسلامی سال کا تعارف ابو دوجانہ بھائی، مسٹر یوزفل بھائی فیصل کی اور مدیحہ صدیقی صاحبہ کی آزادی بہت بہت اچھی لگی۔ بیگم ناجیہ شعیب صاحبہ کی تحریر بھی بہت اچھی ہوتی ہے مگر وہ اس شمارے میں غائب رہیں۔ اس کے علاوہ تسلیمہ موسیٰ صاحبہ اور انعم توصیف بہت اچھا لکھتی ہیں اور بہت شاندار اور مستقل مزاجی کے ساتھ۔

مزہ آجاتا ہے۔ محمد شعیب بھائی کی نایاب میڈل ایک اچھوتی تحریر تھی جس نے ہمیں کافی محظوظ کیا۔

آرٹ سبھی بہت اچھی رہیں اور بوجھ بجھکڑ کے تو کیا ہی کہنے۔ بہت سارے نئے لکھارے منظر عام پر مگر پرانے سبھی غائب۔ آپ سب لوٹ آئیں پلیز کیوں کہ آپ کے بناء ہمارار سالہ ادھورا ہے۔

خط طویل ہو گیا ہو تو معذرت۔ آپ سب سے دعاؤں کی درخواست۔

والسلام

بنت قاری نور خان، مینگورہ

❀❀❀❀

السلام علیکم محترم مدیر مکرم!

سلام کے بعد عرض ہے کہ میں مسلمان بچے کی پرانی قاریات میں سے ہوں۔ بچپن سے پڑھ رہی ہوں اب تو الحمد للہ خود بچوں والی ہوں۔

ماشاء اللہ رسالہ پوری آب و تاب اور مکمل آن بان شان کے ساتھ جاری و ساری ہے۔ اس کے لئے ہمیشہ دل سے دعا نکلتی ہے۔ کیونکہ یہ ہمارے بچوں کی تربیت میں مثبت کردار ادا کرنے میں پیش پیش ہے۔ اس کے لئے آپ اور آپ کی مکمل ٹیم مبارکباد کی مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے خاص کرم اور فضل سے آپ سب کو جزائے خیر عطاء فرمائے۔ آمین

اگست کا شمارہ نہایت شاندار رہا۔ کہانیوں کی تعداد اب کافی زیادہ ہوتی ہے جس کی وجہ سے رسالے میں خاص نکھار سا آ گیا ہے۔ اس کے علاوہ حضرت امیر محترم حفظہ اللہ کی تحریریں تو رسالے کا جھومر ہیں۔ بہت شوق اور توجہ سے پڑھتی ہوں۔ اس کے علاوہ جانباز بہت شوق سے پڑھی افسوس کہ ختم ہو چکی۔ اب جلد ہی کسی اور نئے سلسلے کا انتظار ہے۔

مستقل سلسلوں میں بوجھ بجھکڑ اور وہ کون تھے بہت پسند ہیں۔ وہ کون تھے ایک نئی چیز ہے جو ہمارے اندر مطالعے کا شوق پیدا کرتا ہے۔ میں اکثر درست جواب بھیجتی ہوں کئی ایک میرے غلط بھی ہوئے مگر مجھے ڈھونڈنے کی وجہ سے اب کافی کچھ معلوم ہوا ہے جس نے میرے اندر مطالعے کا شوق پیدا کیا ہے۔ الحمد للہ

ٹیپو سلطان نامی سلسلہ بھی بہت پسند کرتی ہوں۔ اس کی ہر قسط کا شوق سے انتظار رہتا ہے۔

بس یہی کچھ کہنا تھا۔ امید ہے میرا خط شائع کریں گے۔ آپ سب سے دعاؤں کی خصوصی درخواست اور معذرت اگر کوئی بات بری لگی ہو تو۔

والسلام

آمنہ خلیل، کوٹ ادو

❀❀❀❀

تحریروں کی دُنیا

ایک آنسو

ہسپتال کے بیڈ پر نیم مردہ خون سے لتھڑا زخمی جسم پڑا تھا۔ آنکھیں بند تھیں لیکن چلتی ہوئی سانسیں جسم پر دیے گئے سفید چادر کی حرکت کے ذریعے زندگی کا ثبوت دے رہی تھیں۔ اردگرد ایک قیامت صغریٰ برپا تھی۔ لواحقین اپنے پیاروں کے مردہ جسموں کو زندگی کی امید پر لگائے سٹریچر پر گھسیٹتے پھر رہے تھے گویا صفِ ماتم بچھ چکی تھی۔

وہ جسم اس سب سے بے نیاز پڑا تھا کہ اس کے قریب کوئی گریہ کرنے والا تھا نہ کوئی ڈاکٹر۔ اس کو باہر کی دنیا سے واسطہ نہ تھا لیکن اس کے اندر ایک کہرام مچا ہوا تھا۔

اس کی داہنی آنکھ کے کونے میں ایک آنسو ابھر رہا تھا، وہ خوابوں کی دنیا میں چل دیا تھا۔ وہ دیکھ رہا تھا گھپ اندھیرے میں پڑا ہے، نہ حرکت کر سکتا ہے نہ اٹھ سکتا ہے، گویا کوئی سنگین حادثہ ہوا ہو، شدید درد سے وہ چلا رہا تھا اور اردگرد کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔

اچانک اس کے ذہن میں کچھ خیالات گردش کرنے لگتے ہیں۔

اسے اپنے ہاتھوں کی حرام کی کمائی یاد آتی ہے، اسے یاد آتا ہے کہ کل رات کے اندھیرے میں اس نے اپنے ہاتھوں سے غریب رکشہ والے کو جعلی نوٹ کرایہ کے طور پر دیا تھا۔ وہ اس تصور سے کانپ جاتا ہے کہ کل اس نے اپنے

ملازم پر ہاتھ اٹھایا تھا۔

اسے یاد آیا کہ کل بازار سے گزرتے ہوئے جب سبزی فروش اس سے ٹکرایا تھا اور سبزیاں ٹوکری سے ادھر ادھر بکھر گئی تھیں تو وہ ان کو روند کر چلا گیا تھا۔ اسے یاد آتا ہے کہ کل ایک نادار اور ضرورت مند کی فریاد سنے بغیر وہ اسے دھتکار کر آگے چل دیا تھا۔

اس نے ہاتھ پاؤں ہلانے کی کوشش کی لیکن اس کے ہاتھ پاؤں حادثے میں ٹوٹ چکے تھے۔ وہ ظالم ہاتھ اور ظالم پاؤں تو......

اس کے جسم کے ٹکڑے شاید حادثے نے نہیں بلکہ اس نے خود کیے تھے۔ اب وہ رونے اور چلانے لگا۔ اسے اپاہج زندگی سے خوف آنے لگا۔ وہ درد سے کراہتا۔ رب تعالیٰ سے معافی مانگنے لگا۔ اپنے اعمال کو شرمندہ ہو کر رب کے حضور بخشش کی التجا کرنے لگا۔ گناہوں سے توبہ کرنے لگا۔

احساسِ ندامت کی ایک کونپل اس کے دل میں کھل چکی تھی اچانک اس کی آنکھ کھلی۔

اس نے خود کو ہسپتال میں پایا۔ وہ درد سے چور تھا۔ فوراً اس نے ہاتھ پاؤں ہلا کر دیکھے۔ اس کے پاؤں سلامت تھے۔ شاید اس کی معافی ہو چکی تھی۔ شرمندگی اور شکر گزاری کے احساس سے بھرپور داہنی آنکھ کے کنارے اٹکا وہ آنسو رینگتا ہوا کہیں جا گرا تھا لیکن وہ آنسو کا قطرہ قطرہ نہ تھا سمندر تھا۔

حنا فاطمہ

❀❀❀❀

ایفائے عہد

استاد صاحب جیسے ہی کمرہ جماعت میں داخل ہوئے، تمام بچوں نے انہیں ادب سے سلام کیا۔ استاد صاحب نے مسکراتے ہوئے سلام کا جواب دیا۔ انہوں نے تختہ تحریر پر لکھا۔

''ایفائے عہد''

''بچو! آج ہم حضرت عمرؓ کے ایفائے عہد کے بارے میں پڑھیں گے۔'' وہ بچوں سے مخاطب ہوئے۔

''حضرت عمرؓ کون تھے؟'' استاد صاحب نے اسد سے پوچھا۔

''مسلمانوں کے بڑے خلیفہ اور ہمارے نبی اکرم ﷺ کے جانثار ساتھی تھے۔'' اسد بولا۔

''حضرت عمرؓ کو فاروق کیوں کہتے ہیں؟'' استاد صاحب نے طارق سے پوچھا۔

''جناب! فاروق حضرت عمرؓ کا لقب ہے اس کا مطلب ہے حق اور باطل میں فرق کرنے والا۔ یہ لقب انہیں نبی کریم ﷺ نے عطا کیا۔'' طارق بولا۔

استاد صاحب بہت خوش ہوئے اور کہا شاباش! آج میں آپ کو حضرت عمرؓ کی زندگی سے ایک واقعہ سناتا ہوں کہ حضرت عمرؓ نے کفار کے سردار سے عہد کی پاسداری کی۔ اس سردار کا نام ہرمزان تھا۔ ہرمزان ایرانیوں کے ایک فوجی لشکر کا سردار تھا۔ مسلمانوں کی ہرمزان سے کئی جنگیں ہو چکی تھیں۔ ہر جنگ میں وہ ہار کر میدان سے بھاگ جاتا تھا۔

ایک جنگ میں ہار کر اس نے مسلمانوں سے صلح بھی کرلی اور صلح کے بدلے میں جزیہ دینے کا وعدہ کیا۔

''جناب! یہ جزیہ کیا ہوتا ہے؟'' حسن نے پوچھا۔

''بیٹا! اسلامی حکومت، غیر مسلموں سے ان کی جان و مال کی حفاظت کے بدلے میں جو ٹیکس لیتی ہے، اسے جزیہ کہتے ہیں'' یہ کہہ کر استاد صاحب نے کہانی دوبارہ وہیں سے شروع کی جہاں سے سلسلہ ٹوٹا تھا۔

''ہرمزان نے مسلمانوں کو جزیہ دینے کا وعدہ تو کرلیا مگر اس نے وعدہ پورا نہ کیا۔ اس نے دو مرتبہ ایسا ہی کیا تیسری بار وہ ایران کے ایک شہر میں جا کر قلعہ بند ہو گیا۔ اسلامی فوج کے کمانڈر اور نبی پاک ﷺ کے پیارے صحابی حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے شہر پر حملہ کیا اور شہر فتح کر کے اس پر قبضہ کرلیا۔

ہرمزان نے ایک بار پھر ہتھیار ڈال دیے، مگر اس بار اس نے ہتھیار ڈالنے سے پہلے اپنی شرط منوائی کہ اسے ہتھیار ڈالنے کی بعد حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دیا جائیگا۔ مسلمانوں نے شرط منظور کرلی اور اسے حضرت عمرؓ کے پاس مدینہ منورہ بجھوا دیا گیا۔

''جناب! اس کافر سردار نے وعدہ پورا نہیں کیا، تو مسلمانوں نے وعدہ کیوں پورا کیا؟'' اسد نے پوچھا۔

'' مسلمان کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا، ہمارے نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ جو وعدہ پورا نہیں کرتا، اس کا کوئی دین نہیں۔

جب ہرمزان مدینہ منورہ پہنچا تو اس نے اپنے سر پر تاج رکھا ہوا تھا۔ سونے کے دھاگوں سے سلے ہوئے ریشمی کپڑے پہنے ہوئے تھا اور بہت سے زیوارت بھی گلے میں ڈالے ہوئے تھے۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ اس وقت مسجد نبوی ﷺ کے فرش پر لیٹے ہوئے تھے۔ ہرمزان کو امیر المومنین کی خدمت میں پیش کیا گیا۔

امیر المومنین نے فرمایا:

جب تک اپنے اس لباس میں رہے گا، میں اس سے بات نہیں کروں گا۔

ہرمزان اپنے کپڑے تبدیل کر کے عام لباس میں آگیا۔ امیر المومنین نے اس سے پوچھا، تو بار بار بدعہدی کرتا رہا؟ تیرے پاس کیا جواب ہے؟

ہرمزان نے کہا، مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ ؓ میرا جواب سنے بغیر ہی مجھے قتل نہ کر دیں۔

حضرت عمر فاروق ؓ نے فرمایا، ڈرو مت! تمہارا جواب ضرور سنا جائے گا۔

ہرمزان نے پانی مانگا۔ پانی آیا تو اس نے پیالہ ہاتھ میں لے کر ادھر ادھر دیکھنا شروع کر دیا اور کہنے لگا، مجھے ڈر ہے کہ آپ ؓ مجھے پانی پینے کی حالت ہی میں قتل نہ کر دیں۔ امیر المومنین نے فرمایا، جب تک یہ پانی نہیں پی لو گے، تمہیں نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ یہ سن کر اس نے پیالہ زمین پر پٹخ کر توڑ دیا اور کہا کہ آپ ؓ مجھے قتل نہیں کر سکتے، کیونکہ آپ ؓ کہہ چکے ہیں کہ جب تک یہ پانی نہیں پی لو گے، تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ اب یہ پانی زمین میں مل چکا ہے۔

حضرت عمر فاروق ؓ کو ہرمزان کی چالاکی اور دھوکہ دینے پر بہت غصہ آیا، لیکن آپ ؓ نے فرمایا:

ہرمزان! تو نے مجھے دھوکا دیا ہے، لیکن میں تجھے دھوکا نہیں دوں گا۔ اسلام نے ہمیں وعدہ پورا کرنے کی تعلیم دی ہے اور میں اپنا وعدہ پورا کروں گا۔

ہرمزان مسلمانوں کے ایفائے عہد سے اتنا متاثر ہوا کہ اس نے اسلام قبول کر لیا۔''

آخر میں استاد صاحب بولے:

''بیٹا! اس واقع سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ مسلمان ہر حال میں اپنا وعدہ پورا کرتا ہے۔''

پیارے بچو! اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں ہر حال میں اپنا وعدہ پورا کرنا چاہئے جس طرح ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام ؓ نے ساری زندگی وعدے کی پاسداری کی اس طرح ہمیں بھی چاہئے کہ ہم تمام زندگی ایفائے عہد کی پاسداری کریں اور کبھی بھی اس میں خیانت نہ کریں۔

مرتضیٰ معین، عائشہ خان

❀❀❀❀

نیا اسلامی سال
زندگی کا گوشوارہ

نیا سال شروع ہو چکا ہے۔ جہاں محرم کا مہینہ شروع ہوا تو سمجھ لیں کہ نیا سال شروع ہو گیا۔ اپنی عمر کے قیمتی لمحات کے بارے میں کچھ غور و فکر کریں کہ گزشتہ محرم سے لے کر اس محرم تک پورا ایک سال گزر گیا۔ ہمارے پاؤں گزشتہ محرم میں

جہاں تھے اب بھی وہیں ہیں یا ایک قدم آگے بھی بڑھے ہیں؟

اگر حالت میں ذرہ برابر بھی انقلاب نہیں تو کتنے بڑے خسارے کی بات ہے۔غور وفکر کریں کیا ہمارے قدم جنت کی طرف اٹھ رہے ہیں یا جہنم کی طرف؟

اپنی زندگی کا کچھ تو حساب کتاب کیا جائے کہ گزرے ہوئے سال میں کیا کمایا کا کیا گوایا؟ ایک سال کی موت بہت ہوتی ہے۔ دنیوی تجارتوں میں جہاں سال ختم ہونے کو آتا ہے نفع وخسارہ کا حساب لگایا جاتا ہے۔گوشوارے تیار کیے جاتے ہیں۔ہمیں کچھ تو سوچنا چاہئے کہ یہ زندگی آخرت کے اعتبار سے کیسی گزر رہی ہے؟ سوچنا تو روزانہ چاہئے مگر کم سے کم ہر سال کی ابتداء میں تو یہ سبق حاصل کرلیں۔

سالگرہ کی حقیقت

لوگ کہتے ہیں کہ بچہ ایک سال کا ہوگیا اس کی سالگرہ ہوگی۔سالگرہ نہیں سال گرا کہنا چاہئے۔ اس لیے کہ اگر ۲۰ سال لے کر آیا ہے تو اس میں سے ایک سال گرگیا۔ ۱۹ رہ گئی۔لوگ کہتے ہیں کہ بچہ کی عمر بڑھ رہی ہے۔درحقیقت وہ اپنی قبر کی طرف جارہا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہمیں اپنے اندر فکر آخرت پیدا کرنی چاہئے اور حساب آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے فکرِ آخرت کی تیاری کرنے کی توفیق طلب کرنی چاہئے اور اعمال صالحہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کرنے چاہئے۔

اعمالِ صالحہ کے معنیٰ میں عام لوگوں میں بہت بڑی غلط فہمی پائی جاتی ہے۔

اعمال صالحہ سے یہ مراد نہیں کہ نفل عبادت زیادہ کریں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ نفل عبادت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑ دیں۔ ظاہر بات ہے کہ آپ اس مالک کی تمام نافرمانیوں سے توبہ کرکے ہی اسے راضی کرسکتے ہیں۔

اس لیے اسلامی سال اور اسلامی مہینہ کو اپنی تحریر وتقریر میں زندہ رکھنا فرض کفایہ کے درجہ میں ہے۔

لہٰذا تمام اہل اسلام کو اس کا اہتمام کرنا چاہئے۔اسلامی تاریخ کے مطابق پروگرام بنانے سے ان میں روحانیت ونورانیت آئے گی۔بہت افسوس کی بات ہے کہ اس کا بہت بڑا طبقہ اسلامی سال اور اسلامی مہینوں کو جانتا ہی نہیں۔

حافظ عبدالرحمن

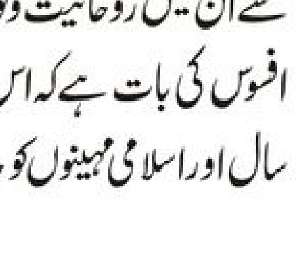

آرٹ
گیلری

پاکستان کا مطلب کیا
لا الہ الا اللہ

زین فیصل آباد

آرٹ پریا بنت نثار الرحمان
پنو عاقل

بنت حاکم
کنگن پور قصور

بادشاہ
Tasleema Mousa

PPO A1k

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Join hands to give
Independence
to the Muslims of
Kashmir
Ayesha-Saddiqa

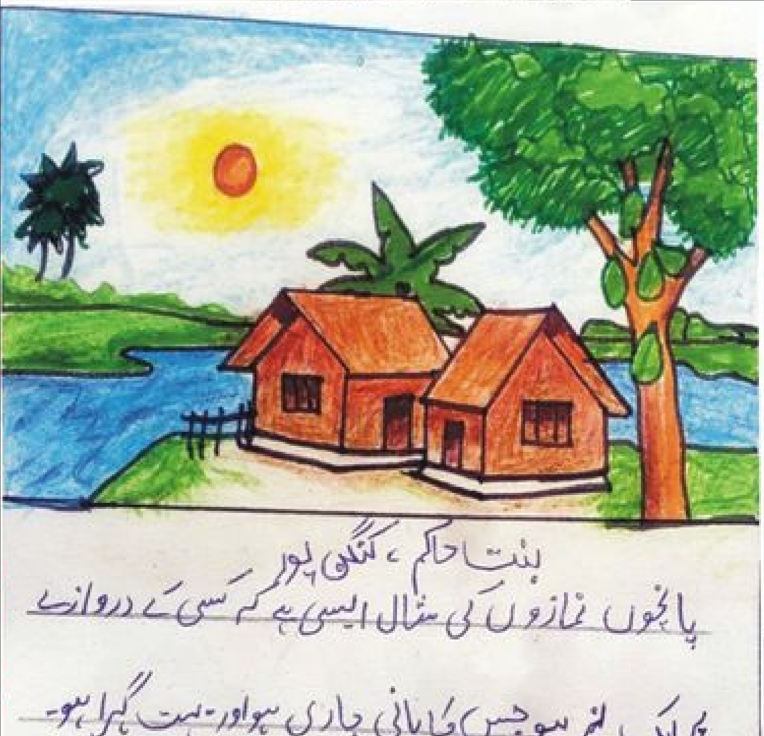
بنت حاکم ، گنگی پور
پانچوں نمازوں کی مثال ایسی ہے کہ کسی کے دروازے
پر ایک نہر ہو جس کا پانی جاری ہو اور بہت گہرا ہو۔
اس میں روزانہ پانچ دفعہ غسل کرے (حدیث)

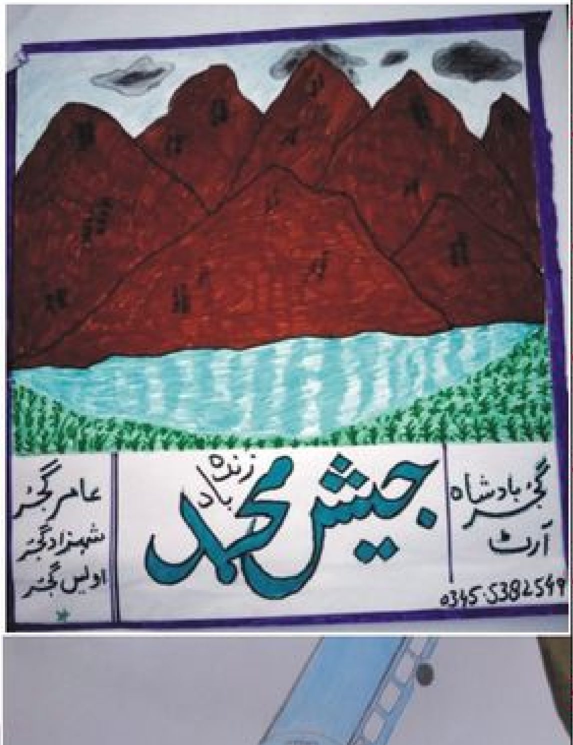
عامر گجر
شہزاد گجر
اویس گجر
جیش محمد
زندہ باد
گجر بادشاہ
آرٹ
0345-5382549

بڑا بزرگ
Tasleema

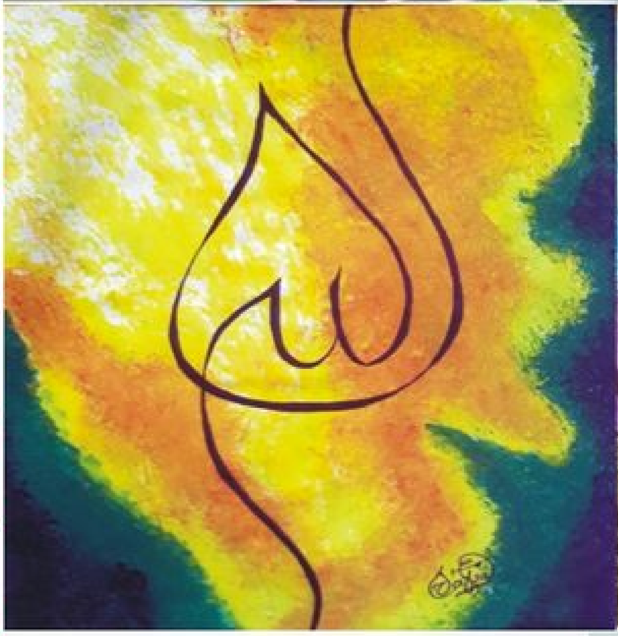
الله

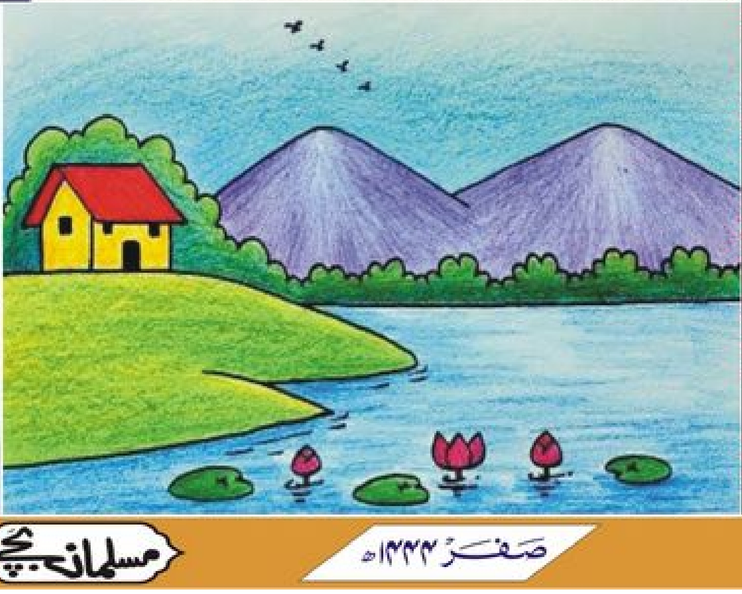

یاد دلاتا رہوں گا

سچ بولنا ہے جرم، تو یہ جرم کروں گا ...... میں ظلم ستم سے ڈرا ہوں نہ ڈروں گا
خاموش میں بیٹھا ہوں نہ خاموش رہوں گا......اس راہِ صداقت میں، میں منصور بنوں گا
بس آپ کو آئینہ دکھاتا ہی رہوں گا

یہ مست بہاریں یہ چمن بیچنے والو!......بہتی ہوئی نہروں کا بدن بیچنے والو!
دولت کے لیے کوہ ودمن بیچنے والو!......یہ پاک زمیں پاک وطن بیچنے والو!
جب تک میں جیوں گا تمہیں غدار کہوں گا

یہ قید یہ زنجیر یہ دیوار ہے کیا چیز...... پیروں میں سلاسل کی یہ جھنکار ہے کیا چیز
یہ کنج قفس، تختہ دار ہے کیا چیز......جلاد اور جلاد کی تلوار ہے کیا چیز
میں ان سے ڈرا تھا، نہ ڈرا ہوں، نہ ڈروں گا

یہ شب یہ اندھیرا مجھے منظور نہیں ہے......محلوں میں اجالا مجھے منظور نہیں ہے
بے نور سویرا مجھے منظور نہیں ہے......قانون یہ کالا مجھے منظور نہیں ہے
میں آپ کو یہ یاد دلاتا ہی رہوں گا

همشیرہ بابر آفریدی شہید رحمہ اللہ